رجسٹرڈ ایل نمبر

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجا لانیوالا اکیلا اخبار

یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ

نور

قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب

مورخہ ۱۶ / جنوری ۱۹۲۶ء

انگریزی مہینہ کی ۳/۱۰/۱۶/۲۳ تاریخوں کو شائع ہوتا ہے

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے تین روپیہ (سے)

" ششماہی " ایک روپیہ بارہ آنہ (عہ)

" سالانہ امراء سے سات روپیہ (عہ)

" معاونین " پانچ روپیہ (صہ)

" بیرون ہند

۸ شلنگ

مقاصد

۱۔ اسلام کی خوبیاں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اس کی حقیقت کو ظاہر کرنا

۲۔ سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا۔

۳۔ دیگر مذاہب کے حملوں کا کامل اور صحیح جواب دینا۔

۴۔ راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم کرنا۔

KHILAFAT LIBRARY

جلد ۱۸ ایڈیٹر: شیخ محمد یوسف سابق سورن سنگھ وِدوان برہمچاری نمبر ۷

ہندو تہذیب و تمدن پر اسلام کا اثر

اس عنوان سے آپ اسی اخبار میں قریباً ۱۴ کالم کا ایک مبسوط آرٹیکل پائیں گے۔ یہ خاکسار ایڈیٹر نور کا وہ لیکچر ہے۔ جو ۲۶ دسمبر کو سالانہ جلسہ کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اور بوجہ تنگی وقت مختصراً بیان ہو سکا تھا اس اخبار میں بھی باوجود حجم ۲۰ صفحات کر دینے کے پھر بھی بعض مقامات پر قلت جگہ کی وجہ سے اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ زیادہ تفصیل کتابی صورت میں ہی آ سکے گی۔ اس لیکچر کے ملاحظہ کے بعد ہر ایک بھی خواہ ملت اس امر سے اتفاق کئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ کہ اس لیکچر کا موضوع نیا رنگ ڈھنگ طرز ادا اور معلومات بھی اچھوتے ہیں۔ اور اس لیکچر نے جس ہماری تبلیغی ضرورت کو پورا کیا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ بعض احسان فراموشوں کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ اسلام نے ہندوستان اور ہندوؤں پر کونسا احسان کیا اب اس مضمون کے پڑھنے سے ہر ایک شخص اس امر کا بہترین اندازہ لگا سکے گا۔ کہ یقیناً اسلام نے ساکنان ہند کی روحانی۔ تمدنی۔ مجلسی حالت کی کایا پلٹ دی۔ اسلام سے قبل اور بعد کے ہندوستان میں وہی نسبت ہے۔ جو ایک بے آب و گیاہ بیابان کو ایک لہلہاتے سبزہ زار سے ہوتی ہے۔ بلاشبہ اسلام ہر رنگ اور ہر شق میں اہل ہند کے لئے ابر رحمت ثابت ہوا۔ اس مضمون کے پڑھنے سے اول تو منصف مزاج ہندو انشاء اللہ اسلام کے بہت قریب ہو سکتے ہیں۔ ورنہ کم از کم ان کا تعصب اسلام سے بہت حد تک دور ہو کر ان میں تبلیغ کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ کس

وسیع پیمانہ پر ہندو صاحبان میں اس لیکچر کی اشاعت کی ضرورت ہے۔ آج جو اسلام کے برخلاف ہندو فضا میں غلط فہمیوں اور بہتانوں کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ یہ لیکچر ٹھیک اس جلتی بلتی آگ کو بجھانے کے لئے انشاء اللہ موسلا دھار بارش سے بھی زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ ہندوؤں میں اس کی ہزاروں کی تعداد میں اشاعت کی جائے۔ اگر دوستوں کی طرف سے حوصلہ افزائی ہوئی ...... تو میں اسے بفضل خدا کتابی صورت میں لانے کے لئے تیار رہوں قیمت علاوہ محصول ڈاک حسب ذیل ہو گی۔

ایک سو کاپی۔ ۱۲/۸ پچاس کاپی۔ ۶/۸ پچیس کاپی۔ ۳/۸ دس کاپی۔ ۱/۱۲۔ جو نہایت ہی واجبی اور بعض حالات میں تو اصل لاگت ہی ہے

مینجر اخبار نور قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

درخواست دعا

میری لڑکی آمنہ بیگم کا نکاح ۵ جنوری بروز ہفتہ بعد از نماز عصر شیخ مبارک احمد صاحب کلرک ڈاک خانہ سے پانصد روپیہ حق مہر پر ہوا۔ خطبہ نکاح حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ نے پڑھا۔ ناظرین درد دل سے انشاء اللہ دعا کریں۔ کہ یہ تعلق جانبین کے لئے موجب برکت اور رحمت ہو۔

خاکسار ایڈیٹر نور

[illegible] قادیان ضلع گورداسپور [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہندو تہذیب و تمدن پر

اسلام کا اثر

KHILAFAT LIBRARY

سالانہ جلسہ پر میں بوجہ تنگی وقت اپنے لیکچر کو مختصراً بیان کر سکا تھا۔ اب نسبتاً زیادہ مکمل صورت میں درج ہے اور اس سے بھی زیادہ مکمل صورت میں آپ کتابی رنگ میں پائیں گے۔

یہ تسلیم شدہ امر ہے۔ کہ قدیمی ہندو یا آریوں کو فن تاریخ نویسی سے بہت ہی کم لگاؤ تھا۔ لہذا وہ قوم جس کی تاریخ بہت کچھ اندھیرے میں ہو۔ اس کے تمدن اور تہذیب کا کماحقہ خاکہ ناظرین کے سامنے کھینچنا بہت حد تک مشکلات کو چاہتا ہے۔ اور اس کے لئے بہت مطالعہ جستجو اور سعی کی ضرورت ہے۔ وید مقدس منوشاستر اور رامائن مہابھارت یا پھر دیگر سیاحوں کے نوشتے ہماری مشکلات کو ایک حد تک ہلکا کر دیتے ہیں اور پھر اس لئے بھی ان واقعات کو سامنے لا کر ہمیں ایک گونہ تسلی ہوتی ہے۔ کہ یہ واقعات ان معتبر کتب سے لگاؤ رکھتے ہیں۔ جو ہزاروں سالوں سے ہماری آریہ دوستوں کی عقیدت کا مرکز چلی آرہی ہیں۔ لہذا ایسے اقتباسات ہماری ہندو دوستوں کے لئے بہرکیف تسلی کا موجب ہونے چاہئیں۔ ان واقعات یا مجلسی مذہبی، سیاسی، تمدنی رسومات کا جب موجودہ ہندو مذہب کی ان مذکورۃ الصدر شقوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ تو ہم اس وقت کے ہندو مذہب کو پراچین کال یا قدیمی زمانہ کے ہندو مذہب سے بہت حد تک جداگانہ پاتے ہیں۔ یا دوسرے الفاظ میں ہندوستان میں اسلام کے ورود کے قبل جو ہندو مذہب کا مرقع ہے۔ جب ہم اسلام کے بعد ہندو مذہب کے نقشہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو بلاشبہ ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ اسلام سے قبل اور اسلام کے بعد ہندو مذہب میں بعد المشرقین ہے۔ اور اس میں اتنا ہی فرق ہے۔ جیسا کہ ریگستان اور نخلستان میں ہوتا ہے۔ بلاشبہ اسلام کے تمدن اور تہذیب نے ہندو مذہب کا نقشہ ہی پلٹ دیا اور ایک بے آب و گیاہ بیابان کو ایک لہلہاتی گلزار سے بدل دیا۔ یہ میں ہی نہیں کہتا بلکہ جو شخص بھی میری طرح تعصب سے الگ اور خالی الذہن ہو کر اسلام سے قبل کے ہندو مذہب اور اسلام کے بعد کے ہندو مذہب پر نظر ڈالے گا۔ تو وہ بدون کسی تردد اور تامل کے میرے ساتھ اتفاق کرے گا لہذا اب میں ان برجستہ واقعات کو دوستوں کے سامنے رکھتا ہوں۔ جن سے اسلام سے قبل اور اسلام کے بعد کے ہندو مذہب پر روشنی پڑتی ہے۔ اور مجھے توقع رکھنی چاہیئے۔ کہ آپ صاحبان ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں گے۔ لہذا میرے لئے ضروری ہے۔ کہ اسلام سے قبل ہندو مذہب جن مختلف مدارج سے گذرا ہے اس کا اجمالی تبصرہ دوستوں کے سامنے رکھوں اگرچہ پانچ ہزار سال کے واقعات کو ایک گھنٹہ میں بیان کرنا یا چند اوراق میں قلمبند کرنا ایسا ہی مشکل ہے۔ جس طرح کسی دشوار گذار راستہ کا عبور کرنا۔ مگر اس کے لئے ایک اور آسان صورت بھی ہے۔ وہ یہ کہ دشوار گذار راستے جنہیں ہم مہینوں کی مسافت سے بھی طے نہیں کر سکتے ہاں چند منٹوں میں اپنی نظر سے گذار سکتے ہیں۔ ایسے ہی موقع پر ایک پنجابی شاعر نے یہ فلسفیانہ مصرع وضع کیا ہے۔

اکھیاں تھیں نیڑے نیڑے قدماں نہیں دور دے

یعنی اے مطلوب تو پاؤں کے فاصلہ سے بہت دور ہے مگر دیکھنے میں تو قریب تر ہے۔ لہذا میں انشاء اللہ پانچ ہزار کے واقعات کو خدا کے فضل سے ایک گھنٹہ میں نظر سے گذار دونگا۔ گو ہو سکتا ہے۔ کہ آج کل کی گرما گرم حلوہ کھانے والوں کو پانچ ہزار سال قبل کے گڑ (کھنڈ) میں مزہ نہ آئے۔ مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ حکماء کے نزدیک جس قدر بھی پرانا گڑ ہو وہ بعض اوقات اکسیر سے بھی زیادہ فوقیت لے جاتا ہے۔ لہذا میں آج حاضرین و ناظرین میں پانچ ہزار سال قبل کے گڑ کو تقسیم کر رہا ہوں۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ دوست اس قدر پرانے اور بوسیدہ اور کہنہ گڑ کی شکل کو دیکھ کر ناک بھوں نہیں چڑھائیں گے۔ بلکہ اس کے فوائد کو دیکھ کر بصد خوشی اسے قبول کریں گے۔

اسلام کے مبارک ورود سے قبل یہ ہندوستان جن مختلف مذہبی، تمدنی، یا سیاسی مدارج سے گذرا مختلف الفاظ میں وہ ان شقوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) برہمنی مذہب یا ویدک دھرم
(۲) وام مارگ
(۳) بدھ و جین مت
(۴) شو مت
(۵) ویدانت مت
(۶) ہندوؤں کے دیگر مختلف فرقے
(۷) موجودہ آریہ سماج

لہذا میں پہلے برہمنی مذہب پر نظر ڈالتا ہوں۔

توحید اور ویدک دھرم

ویدک دھرم میں خالص توحید مفقود تھی۔ ہاں عناصر پرستی کے گیت نہایت فراخ دلی سے گائے جاتے تھے۔ زمین، پانی، سورج، ہوا آگ وغیرہ کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ بلکہ انہیں اشیاء کو اپنا حاجت روا بھی سمجھا جاتا تھا۔ اور تو اور اس بیسویں صدی کی آریہ سماج کی چھان بین جرح قدح بھی ویدوں کی اس نمایاں خصوصیت کو کم نہیں کر سکی۔

چنانچہ دی سویلیزیشن آف انشنٹ انڈیا یا قدیم ہندوستان کی تہذیب کا عالم مصنف پنڈت رومیش چندر دت صاحب سی آئی۔ ای جو سنسکرت کے عالم بے بدل ہیں اپنی اس کتاب کے چھٹے باب میں آریوں کی عناصر پرستی پر بخوبی روشنی ڈالتے ہیں۔ اور نیز آریوں کا مشہور آرگن آریہ گزٹ اپنے ۲۵ر نومبر ۱۹۲۶ء کے اشو میں وید امرت کے عنوان سے اتھرو وید کانڈ ۴ ہفت انوواک (۱) سوکت ۱۶ منتر ۳ کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ انسان وسیع و عریض کو اپنا مضبوط محفوظ رکھشک

KHILAFAT LIBRARY

نیوگ کن حالتوں میں کیا جاتا ہے

جو بیاہا ہوا پتی دہرم کے لئے پردیس گیا ہوا ہو۔ تو آٹھ برس علم کے پڑہنے کے لئے گیا ہو توچھ برس اور دولت کمانے کی غرض سے گیا ہو تو تین برس اس کی راہ دیکھنے کے بعد نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے۔ جب بیاہا ہوا خاوند آوے تب نیوگ والے پتی سے الگ ہو جاوے"۔

پھر آگے چلکر سوامی جی ستیارتھ پرکاش سوم اڈیشن صفحہ ۱۵۲ میں فرماتے ہیں:۔

نیوگ ضرور اور حتی الامکان جلدی ہونا چاہیئے

عورت بانجھ ہو تو آٹھویں برس۔ اولاد ہو کر مرجائے تو دسویں برس۔ اور جب اولاد پیدا ہو اور لڑکیاں ہی پیدا ہوں اور لڑکے پیدا نہ ہوں۔ تو گیارہویں برس تک۔ اور جو بدکلام بولنے والی ہو۔ تو جلدی ہی اس عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کر لے ایسے ہی مرد اگر نہایت تکلیف دہندہ ہو تو عورت کو چاہیئے کہ اس مرد کو چھوڑ کر دوسرے مرد سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے۔ اور اس بیاہے خاوند کی وارث اولاد پیدا کرے"۔

نیوگ کار خیر ہے پاپ نہیں ہے

سوامی جی کے حکم کے سمجھنے میں مبادا کسی کو کچھ شبہ رہ جاوے۔ اور اسے فروعی مسئلہ سمجھکر عمل کرنے سے پہلو تہی کرے تو اس کے متعلق سوامی جی ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۴ میں فرماتے ہیں:۔

سوال:۔ ہم کو نیوگ کرنے میں پاپ معلوم ہوتا ہے

جواب:۔ جو نیوگ کی بات میں . . . . پاپ مانتے ہو تو بیاہ میں پاپ کیوں نہیں مانتے پاپ تو نیوگ کے روکنے میں ہے۔

نیوگ پر فی الفور عمل ہونا چاہیئے

سوامی صاحب ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۴ میں فرماتے ہیں۔

"لوگ نیوگ پر فوراً عمل کرنا شروع کر دیں۔ کیونکہ بدون اس کے بد ہو الوگوں کو بہت دکھہ ہوتا ہے۔ اور بڑا پاپ ہوتا ہے۔ سنسار میں نیوگ پر عمل کرنے سے دکھہ اور پاپ کبھی نہ ہوں گے۔

نیوگ اور شادی میں فرق

سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۵ میں لکھتے ہیں۔ اوّل بیاہ کرنے میں لڑکی اپنے ماں باپ کا گھر چھوڑ کر خاوند کے گھر جاتی ہے۔ اور اسکا باپ سے زیادہ تعلق نہیں رہتا۔ (تو پھر بیاہ کرانا ہی نہیں چاہیئے۔ نور) مگر نیوگ کی صورت میں عورت اس بیاہے خاوند کے گھر میں رہتی ہے (۲) اسی بیاہی عورت کے لڑکے اسی بیاہے خاوند کے وارث ہوتے ہیں۔ مگر نیگتا عورت (جس سے نیوگ کیا ہوا) کے لڑکے ویرج داتا کے نہ بیٹے کہلاتے ہیں۔ نہ اس کا گوتر ہوتا ہے۔ اور نہ اس کا اختیار ان لڑکوں پر رہتا ہے بلکہ متوفی خاوند کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ اسی کا گوتر ہوتا ہے۔ اور اسی کے جائداد کے وارث ہو کر اسی کے گھر رہتے ہیں۔ (۳) بیاہی عورت و مرد کو باہم خدمت اور پرورش کرنی لازمی ہے۔ مگر نیوگت (عورت و مرد کا اس قسم کا کوئی تعلق نہیں رہتا۔ (۴) بیاہی عورت اور مرد کا تعلق دونوں کی موت تک رہتا ہے۔ مگر نیوگ شدہ عورت و مرد کا تعلق کاریہ کے بعد چھوٹ جاتا ہے۔ (۵) بیاہی عورت اور مرد باہم گھر کے کاموں کو سرانجام دینے میں کوشش کیا کرتے ہیں۔ اور نیوگ شدہ عورت اور مرد اپنے اپنے گھر کے کام کرتے ہیں"۔

گویا آریہ سماج میں شادی بیوگان قطعی ممنوع ہے۔ اور اس کی جگہ نیوگ ایک ضروری چیز ہے۔

قریباً بیس سال مجھے بھی صحافت کے میدان میں داخل ہوئے ہو گئے ہیں۔ مگر کسی آریہ اخبار میں میں نے نیوگ یا نیوگ کی ضرورت پر کبھی کوئی مضمون یا اشتہار نہیں پڑھا۔ ہاں جب سے آریہ سماج معرض ظہور میں آیا ہے۔ کوئی دہرماتما اور بزرگ آریہ دوست اپنے سینہ پر ہاتھ رکھکر نہیں کہہ سکتا۔ کہ اسکے ذریعہ نیوگ جیسے پوتر مسئلہ کا اس قدر پرچار ہوا اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خود آریہ دوستوں کی فطرتیں مسئلہ نیوگ کو قبول کرنے سے گریز کرتی ہیں۔ ہاں اس کے برخلاف نکاح بیوگان کے لئے جس کی سوامی دیانند صاحب نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں بڑی مخالفت کی ہے۔ کے رائج کرنے کے لئے آریہ اخبارات میں بڑی بڑی اپیلیں اور اشتہارات شایع ہوتے رہتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ سماج کے ممبروں کے قلوب اس اپنے ویدک مسئلہ نیوگ سے بیزار ہیں اور برخلاف اس کے نکاح بیوگان جو ایک اسلامی مسئلہ ہے۔ اس کے سامنے انہوں نے اپنے ہتھیار ڈالدیئے ہیں۔ اب اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اسلامی اصول اپنی ہمہ گیر خوبی کی وجہ سے کس طرح اپنے خطرناک سے خطرناک مخالفین کے دلوں میں بھی جگہ حاصل کر رہے ہیں۔ باقی رہا آریہ سماج کی شدہی کا عقیدہ یہ بھی مثل نکاح بیوگان اسلام سے اخذ کیا گیا ہے۔ جسکا مفصل بیان آپ اسی مضمون میں کسی دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیں گے

انسانی قربانی

ویدک زمانہ میں انسانوں تک کی قربانی کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ اجودھیا کے مشہور نیک نفس راجہ ہری چندر کے لڑکے کی قربانی کا مشہور واقعہ زبان زد خلائق ہے اور ان قربانیوں کی رسومات کو بجالانے کے لئے بڑے بڑے جلسے کئے جاتے تھے۔ جنہیں وہ لوگ اپنی اصطلاح میں یگیہ کے نام سے پکارتے تھے۔ اور ان اجلاس میں نہ صرف یہی کہ مختلف جانوروں یا انسانوں کی قربانیاں ہی کی جاتی تھیں۔ بلکہ اس کے علاوہ جو اور مشغلہ یا مشغلے اختیار کئے جاتے تھے۔ وہ بھی کچھ کم دلکش نہیں تھے چنانچہ بابو جگن ناتھہ موہن ورما بیاہ کی تاریخ نامی مضمون میں لکھتے ہیں۔ (یہ مضمون ناگری پرچارنی پتر کا بنارس جلد ۱۸ صفحہ ۵ و ۶ میں شایع ہوا ہے) یگوں کے وقت (تو جن ( ) کو پوری آزادی تھی کہ وہ لوگ . . . . کی عورتوں لڑکیوں اور دیگر رشتہ داروں سے ہنسی مذاق کریں بڑے بڑے یگوں میں ان کے لئے اچھے اچھے سماجوں (جلسوں) کا انتظام امیر لوگ کرتے تھے۔ ان کے لئے کھانے کے دا

اعلیٰ قسم کے جانور کا گوشت اور پینے کے لئے شراب مہیا کرتے تھے۔ کتنی اپسرائیں (خوبصورت عورتیں) بلائی جاتی تھیں۔ جن سے انہیں دل لگی کا اچھا موقعہ ملتا تھا۔"

اب رہا یہ امر کہ اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ زمانہ قدیم میں یہ مختلف قسم کی قربانیاں ہوتی تھیں۔ سو اس کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ شری سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۱۱ ایڈیشن سوم میں لکھتے ہیں۔ کہ

قربان گاہ بنانے اور سوختنی قربانیاں چڑھانے کا ذکر ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ باتیں ویدوں سے بائبل میں گئی ہیں"

لہذا اب تو یہ معاملہ صاف ہے کہ ویدک زمانہ میں قربانیوں کی رسم نہایت پسندیدہ خیال کی جاتی تھی۔ اب اس پر غالباً کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں ہے کہ ان انسانی قربانیوں یا دیگر مشغلوں کو جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اسلام نے ہی ہٹایا۔ اب بھی ہندوستان کے پہاڑی علاقوں میں جہاں نور اسلام کی کرنیں کم پہنچی ہیں۔ جس بے رحمانہ طریق کے ساتھ بھینسوں وغیرہ کی قربانی کی جاتی ہے۔ وہ کسی زیادہ تشریح کی محتاج نہیں ہے۔

آریوں کی مرغوب طبع کھانے پینے کی چیزیں

وہی فاضل مصنف جناب پنڈت رومیش چندر دت صاحب سی آئی۔ ای مصنف دی سویلزیشن ان شنٹ انڈیا (قدیم ہندوستان کی تہذیب) کے باب ۹ میں لکھتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں بھنے ہوئے جو بطور غذا استعمال ہوتے تھے اور دیوتاؤں کے بھینٹ (نذر) چڑھائے جاتے تھے"

گویا بھنے ہوئے جو آریوں کی ایسی مرغوب طبع غذا تھی۔ کہ اور تو اور دیوتاؤں کو بھی خوش کرنے کے لئے اس کا نذرانہ ضروری تھا۔

KHILAFAT LIBRARY

میرے خیال میں تسلی شوق کے لئے صرف اسی قدر حوالہ کافی ہو گا۔ ہاں ایک اور چیز جس کا ذکر وید مقدس میں اور آرین لٹریچر میں بار بار پایا جاتا ہے۔ جس پر آریہ لوگ بہت فریفتہ تھے وہ سوم رس ہے جو سوم لتا سے حاصل کیا جاتا تھا۔ آریہ صاحبان کہتے ہیں کہ یہ سوم لتا (نباتات) اب مفقود ہو چکی ہے۔ اور اس کل یگ (فیج اعوج) کے زمانہ میں اس نعمت غیر مترقبہ یا آب حیات اور امرت رس کا میسر آنا ناممکنات سے ہے۔ مگر ہمیں اس کے لئے اس قدر بے صبر نہ ہونا چاہیئے وید مقدس اور دیگر ہندو کتب ہمارے سامنے ہیں وہ اس امرت رس یا امرت پھل کے پتہ کے لئے الحمدللہ ہماری کافی رہنمائی کرتی ہیں۔ اور اب بھی ہم لوگ اس "نعمت عظمےٰ" کو اسی سہولت سے حاصل کر سکتے ہیں۔ جس سہولت سے کہ آج سے ہزارہا سال قبل لوگ حاصل کر سکتے تھے۔ اور مجھے توقع رکھنی چاہیئے۔ کہ اس ڈسکوری یا انکشاف پر آریہ صاحبان خصوصیت سے میرا شکریہ ادا کریں گے۔ گو آج کل ہمارے آریہ بھائیوں کو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جو ایک گونہ پرخاش ہے۔ اس کی خراش نے آریہ دوستوں کے قلوب کو اس قدر تنگ کر دیا ہے۔ کہ اس کی موجودگی میں آریہ دوستوں سے یہ خواب میں بھی "توقع" نہیں ہو سکتی کہ وہ اس نئی دریافت پر کسی مسلمان کا شکریہ ادا کریں۔ ہاں اگر یہی دریافت کسی دویا دہر یا ام سروپ یا جے دیال وغیرہ کی طرف سے ہوتی۔ تو بلاشبہ آج آریوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جگمگا رہے ہوتے۔ مگر خیر ہمیں اس بات کی پروا نہیں۔ ایک مسلمان کا دل دنیا کی ظاہری واہ واہ سے بہت بلند ہونا چاہیئے۔ اس لئے بدون کسی غرض کے محض افادہ عام کے لئے۔ سوم رس کے متعلق آج ہم نئی دریافت لوگوں کے سامنے رکھتے ہیں۔ وید مقدس اور ہندو صاحبان کے دیگر معتبر گرنتھ اس روح جیون بوٹی کی صفت یا حلیہ بدیں الفاظ بیان فرماتے ہیں:۔

"سوم سبز رنگ کی ہوتی ہے دیکھو رگوید منڈل ۹ سوکت ۶۵ رچا ۸) اور نروکت ادھیائے ۱۳ کھنڈ ۵ میں لکھا ہے۔ سوم ہوتا ہے سبز رنگ کا

(۲) اس کے پتے ٹیڑھے روئے دار ہوتے ہیں (منڈل ۹ سوکت ۶۶ رچا ۲)

(۳) یگیہ کی خواہش کرنے والوں نے پانیوں کی پیدا کی ہوئی سوم۔۔۔ جو طاقت کے دینے والی ہے۔ تم دونوں کو دی ہے۔ وہ سوم جلال والی غیر فانی بہت روم یعنی بال رکھنے والی قدیمی سکھوں کی مانند اردگرد سے ترچھے۔ مطلب یہ ہے کہ سوم کا پودا دریا یا پانی کے کنارے اگتا ہے۔۔۔۔ رگوید (۱۳۵/۹) اس کے پتے ترچھے اور نوکیلے ہوتے ہیں۔ اور پتوں پر بہت سے چھوٹے چھوٹے بال اور روم ہوتے ہیں۔

دی سویلزیشن آف ان شنٹ انڈیا (قدیم ہندوستان کی تہذیب) کے فاضل مصنف جناب پنڈت رومیش چندر دت صاحب اپنی اس مشہور زمانہ کتاب کے باب ۲ میں اس سوم لتا یا روح جیون بوٹی کے متعلق حسب ذیل معلومات بہم پہنچاتے ہیں یہ ایک منشی شربت معلوم ہوتا ہے۔ جس کا استعمال وید کے زمانہ میں کیا جاتا تھا۔ اور قدیم آریہ اس شربت کے بہت خوگر تھے۔۔۔۔ اس نے ایک معبود کی مانند جلد پرستش کا درجہ پا لیا تھا۔ ہم اس معبود کے نام پر ایک پورا منڈل یا کتاب رگوید میں موجود پاتے ہیں۔ ہندوستان کے آریہ اس منشی عرق کے زیادہ عادی معلوم ہوتے تھے۔ ژند اوستا میں بھی اکثر اشارات ان کے ہندی بھائیوں کی اس نفرت انگیز عادات کے متعلق دیکھے جاتے ہیں

بعض قدما کا یہ خیال ہے۔ کہ ان نااتفاقیوں کی یہ ایک بڑی دلیل ہے۔ جنہوں نے جنوبی آریہ لوگوں میں پھوٹ ڈالدی تھی۔

وہ عمل جس کے ذریعہ سوم کا رس تیار کیا جاتا تھا (رگوید) کے نویں منڈل کے منتر ۹۶ اور دوسرے منتروں میں پورے طور پر بیان ہوا ہے۔ ہم چند رچائیں اس منتر سے یہاں ترجمہ کرتے ہیں۔

(۲) ہے سوما تیری دو پتیوں نے یکے بعد دیگرے کیفیت کو بدلدیا اور اس سے تو نے بلندی حاصل کی۔

KHILAFAT LIBRARY

(۳) ہے سوما وہ پتیاں تجکو ایک بیل کی مانند ہر طرف سے ڈہانک لیتی ہیں۔ اور تو تمام موسموں میں سرسبز اور تازہ رہتا ہے۔

(۴) ہے سوما تو نچوڑا جاتا ہے

(۸) تجکو عورتیں اپنی انگلیوں سے جنبش دیتی ہیں اپنی آوازوں کو تیرے سامنے ایک لے میں ملاتی ہیں۔

(۹) تو ایک خوش آیند صدا کے ساتھ پانی میں ملجاتا ہے اور وہ انگلیاں کپڑے کی صافی کے اندر تجکو ہلاتی ہیں اِدہر اودھر حرکت دے کر تجکو چہانتی ہیں۔ پھر تیرا ھفنڈ پھینک دیا جاتا ہے۔

(۱۱) وہ کپڑے کی صافی ایک ظرف پر رکھی جاتی ہے اور انگلیاں بار بار سوما کو ہلاتی ہیں۔ جس سے ایک نشیلا ہی دہار اس ظرف میں گرتی ہے

(۱۳) ہے سوما پھر تجھمیں دودہ ملایا جاتا ہے۔ اور ایک دلکش آواز کے ساتھہ پانی تیری طرف دوڑتا ہے"۔

پھر اور ملاحظہ ہو سوم . . . . . سل بٹے پر رگڑ کر تیار کی جاتی ہے۔ اس میں ٹھنڈا پانی ملایا جاتا ہے

(رگوید $\frac{133}{21}$ ۶)

آپ کے لئے سوم لتا کا رس جو اعلیٰ ذائقہ رکھتا ہو جس میں شہد ملایا جاتا ہے۔ پینے کے قابل ہے

(رگوید $\frac{14}{21}$ ۶)

لے پڑھنے اور پڑھانے والے سوم لتا کا رس دوستوں کے لئے اور شریف اصحاب کے لئے۔ اخلاق کے اعلیٰ بنانے کے لئے صبح کے وقت جبکہ سورج کی کرنیں پڑنے لگتی ہیں۔ جو اچھی طرح تیار کیا گیا ہے۔ تم اس کو پیو"

(رگوید $\frac{137}{2}$ ۱)

اب اس قدر تعریف اور حلیہ اور شکل و شباہت کے متعلق ہندوؤں کے قدیم کتب سے جو ہمارے سامنے آچکا ہے۔ اب ہمیں سوم لتا کے پتہ اور سراغ لگانے میں چنداں وقت نہیں معلوم ہوتی۔

(۱) سوم لتا کے پتے سبز ہوتے ہیں (۲) ترچھے اور اس پر چھوٹے چھوٹے روم (۳) یہ پودے عموماً دریاؤں یا تالابوں کے کناروں پر پیدا ہوتے ہیں (۴) اسے سل بٹے یا ڈنڈے کونڈے میں رگڑا جاتا ہے

(۵) کپڑے کی صافی کے ذریعہ اس کا رس یا عرق دوسرے برتن میں نچوڑا جاتا ہے۔ (۶) اس کا رس انگلیوں کی حرکت سے ٹپکایا جاتا ہے۔ (۷) اس میں دودہ اور شہد ملایا جاتا ہے۔ (۸) اس کو صبح کے وقت پیا جاتا ہے۔ (۹) اس کے پینے سے نشہ حاصل ہوتا ہے۔

اب یہ علامات اور نشانات ہمارے سامنے اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیتے ہیں۔ کہ یہ سوم لتا وہ چیز ہے۔ جسے آجکل عرف عام میں لوگ بھنگ کے نام سے پکارتے ہیں۔ کیونکہ بھنگ کا پودا پانی کے کناروں پر پیدا ہوتا ہے۔ سبز ہوتا ہے۔ پتے ترچھے نوکدار اور روئیں دار ہوتے ہیں۔ اسے لوگ ڈنڈے اور کونڈی سے رگڑتے اور کپڑے کے ذریعہ اس کو چھانتے ہیں۔ اس میں میٹھا یا دودہ ملایا جاتا ہے اور اس کو صبح کے وقت پیا جاتا ہے۔ اس سے نشہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا اب بھی اس کے بھنگ ہونے میں کسی کو شبہ کی گنجائش ہے۔ اور علاوہ ازیں دیگر شہادتیں بھی ہماری مصدق ہیں۔ ہندو مذہب کے ایک بہت بڑے دیوتا جناب شوجی مہاراج اس کے بہت عاشق تھے۔ اور اسی لئے بھنگ کا دوسرا نام شوبوٹی بھی ہے۔ اور ہندوؤں کا یہ پرانا مقولہ بھی اس کی بہت حد تک تصدیق کرتا ہے۔

بھنگ گنگ دو بہین ہیں رہتی شو کے سنگ
لڈو کھانی بھنگ ہے۔ تو ترن تارنی گنگ

اور تو اور ایک وقت میں خود سوامی دیانند صاحب کو بھی یہ بھنگ بہت مرغوب رہی ہے۔ چنانچہ آپ اپنی خود نوشت سوانحعمری کے صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں:۔
"چنڈال گڑھ میں مجھے ایک بڑا عیب لگ گیا یعنی مجھ میں بھنگ کے استعمال کی عادت ہو گئی تھی چنانچہ بعض اوقات میں اس کے اثر سے بالکل مدہوش ہو جایا کرتا تھا"!

اور اس وقت بھی بعض ٹھاکر دواروں یا دہرم سالوں میں کسی نہ کسی حد تک بھنگ نوشی کا رواج پایا جاتا ہے اور یہ اسلام کے ہی تمدن کا اثر ہے۔ کہ اب علانیہ اس سوم رس (بھنگ) کو برا سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ سوامی دیانند صاحب کو اس شوبوٹی کو علانیہ "بڑا عیب" اور پنڈت ویش چندر دت صاحب اپنی مشہور کتاب "قدیم ہندوستان کی تہذیب" کے باب ۳ میں اسے "نفرت انگیز عادت" کہنے پر مجبور ہو گئے۔ کیا یہ ہندو مذہب پر اسلام کے تمدن اور تہذیب کا ایک زبردست اثر نہیں ہے۔ ورنہ اگر اسلام کی تہذیب ہندوستان پر جلوہ گر نہ ہوتی۔ تو اس وقت بھنگ نوشی جو بقول سوامی دیانند صاحب "بڑا عیب" اور پنڈت رویش چندر دت صاحب اس "نفرت انگیز عادت"! کا وہ چرچہ اور رواج ہوتا۔ کہ یہ چاء نوشی اور قہوہ نوشی کو بھی مات کر دیتا یہ اسلام کی ہی تہذیب کا اثر ہے۔ کہ اب اس نشیلی چیز کو عرف عام میں بہت برا سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اسلام ہی دنیا میں ایک پہلا مذہب ہے۔ جس نے منشی اشیاء کے استعمال کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔

ذات پات کا عقیدہ

اگرچہ عرف عام میں ہندو چار ذاتوں یا گروہوں میں منقسم ہیں۔ برہمن، کھشتری، ویش شودر مگر اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ آگے ذات در ذات کی تقسیم اس قدر وسیع ہے۔ جو ہر ایک غور کرنے والے کو حیرت میں ڈالدیتی ہے۔ مثلاً برہمنوں کے ۱۸۸۶ کھشتریوں کے ۵۹۰ اور پھر ویش و شودروں کے فرقہ ملاکر کل ۳ ہزار بنتے ہیں۔ اور پھر یہ ایک دوسرے سے اس قدر متنفر اور بیگانہ ہیں۔ کہ ہر ایک فرقہ دوسرے کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اور منو شاستر میں جو شودر اور دیگر اونچی اقوام کے حقوق قایم کیسے گئے ہیں۔ وہ اسقدر حیرت افزا ہیں۔ کہ ناواقف آدمی تو ایک دفعہ انگشت بدہن ہوئے بغیر نہیں سکتا۔ مثلاً منوسمرتی میں برہمنوں کے متعلق لکھا ہے۔ کہ:۔

دنیا میں جس قدر دولت ہے۔ سب کا مالک برہمن ہے۔ $\frac{1}{10}$ (منو ادہیائے ایک شلوک ۱۰۰)

جاہل ہو خواہ عقلمند برہمن بڑا دیوتا ہے $\frac{9}{317}$

برہمن چوری کرے تو راجہ اس کو سزا نہ دے۔ کیونکہ راجہ کی نالائقی سے برہمن نے بھوکے ہو کر چوری کی اس کے مقابلہ پر ذرا شودر کے حقوق ملاحظہ کیجئے شودر

KHILAFAT LIBRARY

نہ عقل سکھلاؤ نہ مذہبی تبلیغ کرو۔ ۴/۱۲

اگر شودر او نچی ذات والوں کے نام لے کر بلائے تو اس کے حلق میں دس انگل لانبے لوہے کا کیل آگ کی طرح گرم کرکے ٹھونس دو۔" ۴/۲۸۱

شری رامچندر جی اور ایک شودر

اللہ کے نبی یا اوتار دنیا میں اس لئے تشریف لاتے ہیں۔ کہ وہ مظلوم دنیا کے حامی ہوں اور انہیں ظلم و تشدد سے نکال کر امن اور سکھ کی سطیح پر لا کھڑا کریں۔ مگر ہندو دھرم کے لٹریچر میں ہم اس کے برعکس پاتے ہیں۔ بالمیکی رامائن اترکانڈ ا۔ ۷، میں لکھا ہے "کہ ایک برہمن کا لڑکا بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ اور سب کو یہ فکر پڑی کہ برہمن کے لڑکے کی اس جواں مرگ کا کیا باعث۔ آخر بڑے غور کے بعد یہ پتہ لگا۔ کہ ایک شودر نجات کے حصول کے لئے جنگل میں ریاضت کر رہا ہے۔ کیونکہ ایک شودر کو کوئی حق نہیں۔ کہ وہ ریاضت کرکے نجات کا حقدار بنے۔ وہ تو صرف اونچی ذات والوں کی خدمت گذاری کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ رام چندر جی جنگل میں موقع پر پہنچے۔ اور اس شودر سے سوال کیا گیا کہ تم کیوں عبادت کر رہے ہو۔ اس نے یہ جواب دیا کہ نجات کی خاطر۔ شری رام چندر جی نے کہا کہ ایک شودر کو نجات کا حق نہیں۔ یہ کہکر اور تلوار میان سے سونت کر شودر پر چلائی۔ اور اس نجات کے خواہشمند شودر کا سر تن سے جدا کر دیا۔ لکھا ہے کہ اس کے بعد معاً برہمن کا جوان لڑکا زندہ ہو گیا۔ اور دیوتاؤں نے آسمان سے شری رام چندر پر پھول برسائے۔ کہ آپ نے یہ بہت بڑا کار خیر انجام دیا۔ کہ نجات کے طالب شودر کا سر تن سے جدا کیا۔ جس سے ایک برہمن کا نوجوان مردہ لڑکے کو از سر زندگی حاصل ہوئی۔

اس سے آپ صاحبان بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے ورود مسعود کے قبل ہندوستان میں خود بنی نوع انسان کے ایک فرقہ کے اپنی دوسرے فرقہ کے ہاتھوں ہی کیا درگت ہو رہی تھی۔ ایک اونچی ذات والے کے نزدیک کتا سور بندر کچھ حقیقت رکھتا ہو تو رکھتا ہو۔ مگر ایک شودر کہلانے والا انسان ان رذیل حیوانوں سے بد تر سمجھا جاتا تھا۔

آج جو شدھی کا غوغا اور ولولہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ پیدائش سے کوئی شودر نہیں۔ یہ صرف اسلام کے مبارک قدم کا ہی نتیجہ ہے۔ اگر آج ہندوستان میں اسلام داخل نہ ہوتا۔ تو بھائی بھائی سے جدا ہوتا۔ جتنے گھر کے آدمی اتنے ہی چوکھٹے ہوتے۔ اور سب پہاڑوں کی سینگوں کی طرح بکھرے ہوتے۔ جیسا کہ ایک یونانی سیاح لکھتا ہے۔ کہ پرانے زمانہ میں ہندوستان ۱۱۸ ریاستوں پر منقسم تھا۔ اور ایک راجہ دوسرے کا دشمن تھا۔ اور علاوہ ازیں قدیم ہندوستان کی تہذیب کے مصنف پنڈت رمیش چندر دت صاحب اپنی اس مشہور کتاب کے باب ہم میں لکھتے ہیں۔ کہ وہ زمانہ ایک شودر کشی کا تھا"۔ اور خصوصاً شودر کی حالت تو باوجود انسان ہو کر حیوانوں سے بھی بد تر تھی۔ یہ اسلام کی ہی برکت ہے۔ کہ آج ہندوستان میں باہمی ایک جتھہ بندی کی صورت نظر آ رہی ہے۔ اور کم از کم شودروں کو بھی انسان سمجھا جا رہا ہے۔ پروفیسر بابو ایشری پرشاد صاحب نے "تاریخ ہند و قرون وسطیٰ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جسمیں آپ فرماتے ہیں اسلامی فتوحات نے مختلف ریاستوں اور سلطنتوں کی بجائے جو ہمیشہ باہم دست و گریبان رہتی تھیں ایک شہنشاہی اتحاد قائم کر دیا۔ اور لوگوں کو یہ سکھلایا کہ باہم وہ ایک ایک کے اندر ایک واحد حکمراں کا اتباع کریں۔ اس لئے ہماری قومیت کے ذخیرہ میں روح اور سرگرمی کے اجزاء کا اضافہ کیا اور ایک ایسی نئی تہذیب کا رواج دیا۔ جو ہر طرح سے مستحق ستائش ہے۔ مسلمانوں کی رسومات و عادات نے اونچی ذات کے ہندوؤں کی رسومات و عادات کو بہت کچھ ابھارا۔ اور جو لطافت و نزاکت کہ ہماری موجودہ سوسائٹی میں پائی جاتی ہے۔ وہ زیادہ تر مسلمانوں کے طفیل ہے مسلمانوں نے ملک کے اندر ایک نئی زبان رائج کی۔ جو اپنے اندر ایک حیرت انگیز ذخیرہ ادبی رکھتی ہے۔ انہوں نے شاندار اور خوبصورت عمارت تعمیر کراکے ہندوستان کے فن تعمیر میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے"۔

اب صاف ظاہر ہے۔ کہ اگر مسلمانوں کا ورود مسعود ہندوستان میں نہ ہوتا۔ تو ہندو اقوام کے انتشار کی کوئی حد نہ رہتی۔ شودروں کی درگت کا نظارہ احاطہ قیاس سے باہر ہے۔ آج جو کچھ ہندوستان میں قومیت کی روح نظر آ رہی ہے۔ اور شودروں پر بھی نظر شفقت کا پرتو پڑ رہا ہے۔ یہ سب کچھ اسلام کے طفیل ہے۔ لہذا ہم سب کو اللہ کے حضور میں دعا کرنی چاہیئے۔ کہ خدا ایسے پاک مذہب کی دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے۔ جس نے ان انسانوں کو جنہیں لوگ حیوانوں سے بھی بد تر سمجھتے تھے۔ دوبارہ انسانیت کا درجہ عطا کیا۔

پھر بیاہ شادی کے معاملہ میں اپنی قومیت کے علاوہ دوسری قوم میں شادی کرنا بدرجہ غایت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ مگر اب سکھوں اور آریوں میں یہ بات کم ہو رہی ہے۔ سوامی شردھانند صاحب نے باوجود کھشتری ہو کر اپنی اولاد کا اروڑوں میں رشتہ ناطہ کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کی۔ سکھوں میں تو کئی ایک مثالیں پائی جاتی ہیں۔ یہ سب اسلامی تہذیب کا ہی اثر ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو موجودہ ہندو بھی اسلامی تہذیب سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ مگر باوجود اس کے پھر انکھیں اسلام کے لفظ سے دشمنی ہے۔ یا للعجب!

عورت کا درجہ

ویدک زمانہ میں عورتوں کی کیا عظمت تھی اس کے لئے ویدوں اور دیگر ہندوؤں کی معتبر کتابوں کے حوالہ پیش کروں گا۔ آپ ذرا توجہ سے ملاحظہ فرماویں۔ منوجی مہاراج فرماتے ہیں:۔

بد فعلی کرنا عورتوں کی عادت ہے۔ ۹/۱۹ دادھیائے ۹ منتر ۱۹) دروغ کی مانند نامبارک ہیں ۹/۱۸

عورتیں صورت اور شکل کو نہیں دیکھتی ہیں خوبصورت ہو یا بد صورت لیکن مرد ہوا سکو بھوگتی ہے۔ ۹/۱۴

ایک عورت اور متعدد شوہر

دروپدی کا قصہ عام طور پر بہت مشہور ہے

KHILAFAT LIBRARY

کہ یہ پانچوں پانڈوں کی ایک ہی بیوی تھیں۔ جن کے اسماء یہ تھے یدھشٹر۔ ارجن۔ بھیم۔ نکل۔ سہدیو۔

ویلر صاحب اپنی تاریخ ہندوستان باب دوم صفحہ ۵۰۲ میں لکھتے ہیں۔ کہ

"رسم متعدد شوہروں کا وجود رگوید کے ایک بھجن میں پایا جاتا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اے اشونوں تمہارے رعنا گھوڑے وہ گاڑی لے بہا لے ہوئے ہیں۔ جن کو بنظر وقار تم نے منزل پر پہنچنے کے لئے آراستہ کیا۔ اور وہ دوشیزہ (لڑکی) جو تمہارا انعام تھی تمہاری ہی محبت سے آگئی۔ اور یہ کہکر کہ تم سب میرے خاوند ہو اس نے تمہارے خاندان کا اعتراف کیا۔

ہوسکتا ہے۔ کہ اس کے بالمقابل بعض لوگ یہ اعتراض اٹھائیں۔ کہ چونکہ یہ حوالہ غیر آریہ کا ہے۔ اس لئے ہم اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ لہذا میں اب آریوں کا ہی کیا ہوا ترجمہ پیش کرتا ہوں جس میں متعدد شوہروں کا ذکر صاف الفاظ میں پایا جاتا ہے۔

"اے لوگو! اس عورت میں بیج بوؤ۔ وہ عورت طاقتور شخص کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کو قایم کرتی ہوئی۔ آپ کے لئے رعایا (اولاد) کو رحم سے پیدا کرے"

(اتھرووید ادھیائے ۱۴ ورگ ۲ منتر ۱۴ وید امرت صفحہ ۲۴۸)
(مطبوعہ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب لاہور)

اس منتر کے ترجمہ میں میں نے بعض الفاظ کو عمداً حذف کر دیا ہے۔ کیونکہ اسلامی تہذیب ان برہنہ الفاظ کو گوارا نہیں کرتی۔ اگر کسی صاحب نے مفصل دیکھنا ہو تو وہ اصل سے ملاحظہ فرماویں۔ جس کا مفصل حوالہ دیا گیا ہے اس منتر میں "اے لوگو" کے الفاظ متعدد شوہروں کے رواج کا بین ثبوت ہیں۔

اب بھی ہندوستان کے پہاڑی علاقوں میں جہاں اسلام کی تہذیب کم پہنچی ہے۔ اور قدیمی تہذیب بہت حد تک اپنے اصلی رنگ روپ میں موجود ہے۔ وہاں بھی ہم متعدد شوہروں کا رواج موجود پاتے ہیں۔

بھائی پرمانند صاحب تاریخ پنجاب کے صفحہ نمبر ۱۱۲ و ۱۱۳ پر لکھتے ہیں کہ:۔

قدیمی زمانہ میں شادی کی کوئی بندش نہ تھی۔ جب راجہ پانڈو نے کنتی سے نیوگ کرنے کو کہا تو اسے بتایا کہ پہلے پہل عورتیں بالکل آزاد تھیں۔ اس کی تصدیق مہا بھارت آدی پرب ادھیائے ۱۲۲ سے بھی ہوتی ہے جہاں لکھا ہے کہ:۔

کہتے ہیں کہ کسی وقت رشی شویت کیتو کے والدہ کے سامنے ایک برہمن آیا۔ اور اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ کہکر چلتا ہوا کہ ہم دونوں جاتے ہیں۔ شویت کیتو سے یہ طریق دیکھکر نہ رہا گیا۔ اور غصہ کے مارے ان کی آنکھیں لال ہو گئیں۔ ان کو غضبناک دیکھکر ان کی والدہ بولی بیٹا غصہ مت کرو۔ یہ سناتن (قدیم) دھرم ہے دنیا میں عورتیں آزاد ہیں"۔ اس سے اگلا فقرہ غیر مہذب ہے۔ اس لئے ہم نے اس کا اندراج نظر انداز کر دیا ہے

بابو جگن موہن ورما صاحب بیاہ کی تاریخ کا مضمون جو ناگری پرچارنی پترکا بنارس جلد ۸ نمبر ۵ و ۶ میں شائع ہوا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:۔

قدیم زمانہ میں فطری جذبہ کی تکمیل کے لئے عورتوں کی کوئی خاص حد مقرر نہ تھی۔ جس سے دل چاہے بدون کسی جھجک کے اس کام میں لے آتے تھے"۔ اگرچہ ورما صاحب موصوف کے اصل الفاظ بہت برہنہ ہیں۔ مگر ہم نے بطور احتیاط ان کے مطلب کو مہذب الفاظ میں ادا کرنیکی کوشش کی ہے۔ اوضاحت کیلئے اصل ملاحظہ ہو۔

دور کیوں جائیں ساتویں صدی کے شروع میں سندھ کے راجہ داہر نے جس نہایت قریبی رشتہ دار عورت یعنی اپنی حقیقی ہمشیرہ سے شادی کی تھی۔ آج تک تاریخوں میں وہ واقعہ موجود ہے۔ اور غالباً موجودہ ہندو مذہب راجہ صاحب موصوف کے اس رشتہ کی حلت اور جواز کو غالباً خواب میں بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

عورت اور مرد کے تعلقات کے لئے رگ وید میں کئی ایک منتر بہت برہنہ ہیں۔ جنہیں ہم یہاں درج کرنے ہوئے اجتناب کرتے ہیں۔ ہاں اگر کسی صاحب کو زیادہ شوق ہو تو وہ ورما صاحب موصوف کی اس تاریخ کو پڑھیں۔ اور رہا پہر رگ وید منڈل ۱۰ نمبر ۱۰ یم یمی سوکت اور میتر پتا دہتر گریہہ سوترا جات کا ترجمہ سوامی دیانند صاحب کے رگوید بھاشیہ میں ہی پڑھ لیں جنکیں باوجود سوامی صاحب کی بہت حد تک پردہ پوشی کھینچ تان اور تاویل کے حقیقت پھر بھی نمایاں ہی ہے۔ پھر عورتوں کے زبردستی بھگائے جانے کے فعل کو بھی کچھ معیوب نہ سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ اس فعل پر بڑے بڑے رشی منی اور اوتار بھی فخر کیا کرتے تھے۔ رکمنی جو راجہ بھیشمک کی ایک لڑکی تھی۔ جو کہ کرشن جی مہاراج کی بیاہتا ہونے والی تھی۔ جناب کرشن جی مہاراج اس کو زبردستی بھگا کر لائے تھے۔ چنانچہ کرشن جی مہاراج کے اس فعل کے متعلق "شری کرشن اور ان کی تعلیم" کے مصنف لالہ لاجپت رائے صاحب اس کتاب کے صفحہ ۱۰۴ پر لکھتے ہیں:۔ کہ

یودھا (سپاہی) ویروں (بہادروں) کے واسطے یہ امر قابل تعریف گنا جاتا تھا۔ کہ وہ بغرض شادی اپنی معشوقہ کو لے اڑیں"۔

یہ واقعات بتلاتے ہیں کہ اسلام کے ہندوستان میں وارد ہونے سے قبل عورتوں کا کوئی وقار اور درجہ نہ تھا۔ اور قواعد مناکحت بھی بہت نامکمل اور ادھوری حالت میں تھے۔ اگر اسلام کا مبارک وجود دنیا میں نہ آتا۔ تو آج بھی عورتوں کے متعلق ان اقوال کی کرخت گونج ہمارے کانوں میں گونجتی کہ عورتیں "دروغ کی طرح نامبارک ہیں"۔ ۹/۱۰

لاکھ لاکھ درود اور سلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات پر کہ جن کے ظہور پر نور نے دنیا کا نقشہ بدل ڈالا اور عورتوں کی عزت اور عظمت کا خیال پیدا ہوا۔ ورنہ اسلام کے قبل دنیا میں عورتوں کی جو قدر و منزلت تھی وہ منوجی کے مذکورۃ الصدر اقوال سے صاف ظاہر ہے۔ اس شق میں تمدن اسلام نے ہندو مذہب پر جو اثر ڈالا وہ آج ہمارے زیر نظر ہے

قوانین شادی اور اسلامی تہذیب

یہ امر واقعہ ہے کہ یا تو عہد عتیق میں ہندوؤں میں رشتہ نکاح بہت حد تک آزاد نہ

رنگ لئے ہوئے تھا۔ اور یا پھر ایک وقت میں آ کر ان میں اس قدر پابندیاں پیدا ہو گئیں کہ کئی کئی درگوتیں" چھوڑ کر رشتہ کی تلاش ہونے لگی۔ جس سے رشتہ کا دائرہ بہت تنگ ہو گیا گویا شادی کے معاملہ میں ایک وقت یہ لوگ یا تو بہت آزاد تھے۔ اور یا پھر بہت ہی پابند بھی درمیانی راہ سے یہ بہت دور تھے قومیت کے دائرہ کو چھوڑ کر باہمی شادیوں کے ہونے کے متعلق اسی مضمون میں کسی دوسری جگہ بیان کر آیا ہوں اب میں اس کا دوسرا پہلو بھی آپ لوگوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ کہ اب ہندوؤں کے بعض اصلاح یافتہ فرقوں میں ماموں اور خالو کی لڑکی حتیٰ کہ حقیقی چچا کی لڑکی سے بھی شادی کرنا اچھا سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ ساگری ضلع راولپنڈی اور بھیرہ گودھا میں سکھ صاحبان کے ہاں ایسے رشتے ناطے ہوئے ہیں۔ اور غور کرنے پر اور بھی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں حالانکہ اس سے قبل ہندو ایسے رشتوں پر سخت اعتراض کیا کرتے تھے۔

KHILAFAT LIBRARY

لیکن آج خود زمانہ کے حالات سے مجبور ہو کر اسلام کے اس اصول کو بھی اپنے اندر رائج کرنے کی فکر میں ہیں۔ چنانچہ لالہ رام چند بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈووکیٹ لاہور اپنے لودہراں اور ملتان کے دورہ کا ذکر کرتے ہوئے اخبار اردو ونش سدھارک لاہور میں لکھتے ہیں

اس علاقہ میں اکثر مقامات میں یہ زبردست تحریک پیدا ہو رہی ہے۔ کہ نزدیکی رشتہ داری کی بندشوں کو توڑ دیا جائے۔ منٹگمری۔ جھنگ۔ اور شاہ پور کے اضلاع اس پر بہت آمادہ ہیں۔ اور وہ چھیر چھیر میر کے ہاں شادیوں کا سلسلہ جاری کر کے اس روگ کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ کئی افراد تو اس قسم کے رشتے کر چکے ہیں"

لالہ جی نے ہندو لیڈروں اور عالموں سے اپیل کی ہے۔ کہ وہ اس جدید تحریک پر غور و خوض کریں۔ اور قوم کو کسی صحیح شاہراہ عمل کی ہدایت کریں۔

ہمارا خیال ہے کہ یہ نئی رو جو ہندوؤں میں چل پڑی ہے۔ اب دب نہ سکے گی۔ بلکہ روز بروز روبہ ترقی ہو گی۔ اس سے رشتہ داری کی بہت سی وہ مشکلات جو اس وقت ہندو قوم کے اندر پائی جاتی ہیں حل ہو جائیں گی۔

کیا یہ اسلام کے تہذیب و تمدن کی نمایاں فتح نہیں ہے۔ کہ آج سے کچھ عرصہ قبل اسلام کی جس خوبی پر یہ لوگ تمسخر اڑایا کرتے تھے۔ آج اس کے سامنے بخوشی اپنی گردنیں جھکا رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی نمایاں کامیابی ہو سکتی ہے۔ کہ مخالف خود اپنے افعال سے اسلام کی خوبیوں پر مہر تصدیق لگا رہے ہیں

جوا اور قدیمی تہذیب

یہ تو ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ مہابھارت کے زمانہ میں جوئے کا بہت رواج تھا۔ اور اسے کوئی عیب نہیں خیال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ مہابھارت کی لڑائی کی روح رواں پارٹی پانڈو والے اپنی ریاست کے علاوہ اپنی پیاری بیوی کاشٹرمنی دروپدی کو بھی اس نامراد جوے کے پانسے کے نذر کر دیا اور خود وید مقدس اس بری کھیل کے متعلق جو ارشاد فرماتا ہے۔ اسے بھی ذرا ملاحظہ کیجئے۔

بڑے بڑے قمار بازوں کے پھل جب ہوا دار اور کشادہ مقام پر ڈالے جاتے ہیں۔ تو مست ہو جاتا ہوں جس طرح سوم رس پینے سے مجھے مزا آتا ہے۔ اسی طرح پانسے مجھے ترایق بنلاتے ہیں!" (رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۳۴ منتر ۱)

پھر آگے ملاحظہ ہو

میری بیوی نے کبھی مجھکو ناراض نہ کیا۔ اور نہ خود ناراض نہ ہوئی۔ مگر محض قمار بازی کی خاطر میں نے اس پاک دامن بیوی کو چھوڑ دیا۔ (وہی پہلا حوالہ) پھر اور ملاحظہ ہو۔

جو طاقت اور اثر جوئے کے پانسوں میں ہے اور جو اثر شراب میں ہے۔ اور نیز جو طاقت چار پایوں میں ہے۔ اے دیوتا تم اس عورت کو عطا کرو۔

سب سے اول جس کتاب نے اس منحوس اور اخلاق کش رسم جوا کے برخلاف اپنی آواز بلند کی وہ قرآن پاک ہی کی مبارک آواز تھی۔ اگر اسلام کا ورود مسعود ہندوستان میں نہ ہوتا۔ تو اس حیا سوز رسم (جوا) کے طفیل جو آج ہندوستان کا حال ہوتا وہ اظہر من الشمس ہے۔ گو تیوہار دیوالی وغیرہ میں آج کل بھی جو جوے کی کثرت ہوتی ہے۔ وہ کسی حد تک ہندوستان کی قدیم تہذیب کو تازہ کر دیتی ہے۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ آجکل کوئی مہذب سوسائٹی اس رسم بد کو پسند نہیں کرتی۔ مگر یہ کس کی برکت ہے صرف اسلام کی۔ اگر اسلام اس رسم بد کا استیصال نہ کرتا۔ تو اس بد رسم کی وجہ سے ہمیشہ دیوالی کے ایام قمار بازی کا منحوس نظارہ لوگوں کے سامنے قائم رہتا۔ یہ اسلام کے تمدن اور تہذیب کا ہی اثر ہے۔ کہ آج بحیثیت مجموعی وہ اقوام بھی اس بد رسم کے مخالف ہیں جن کی مذہبی کتب یا مذہبی رسومات اس کے جواز کے قائل ہیں۔ کیا اسلام کے تمدن کا یہ ہندوستان پر کچھ کم اثر ہے۔ اگر اسلام ہندوستان میں نہ آتا۔ تو پھر ہمیشہ دیوالی کے تیوہار کا منظر آپ کے سامنے قائم رہتا۔

فن تعمیر اور ویدک زمانہ

ویدک زمانہ فن تعمیر سے بالکل معرا تھا۔ چنانچہ اس کے متعلق دی سویلزیشن آف انشنٹ انڈیا یا قدیم ہندوستان کی تہذیب کے فاضل مصنف پنڈت رومیش چندر دت صاحب باب ۳ میں لکھتے ہیں کہ

یہ بات بھی مان لی گئی ہے۔ کہ رگ وید میں کوئی مفصل اشارہ فن سنگ تراشی کے متعلق معقول طور پر بیان نہیں ہوا متجسس آثار قدیمہ ہندوستان کے ہر حصہ میں تراشیدہ پتھر کے کھوجوں کی! بت بدھ مت سے بہت پہلے کا حال تحقیق کرنے سے ناکام رہے ہیں۔ برخلاف اس کے یورپ کے بڑے بڑے عجائب خانے مصر بابل یونان اور روم کی قدیم سنگی یادگاروں سے بھرے پڑے ہیں مگر ہندوستان نے کوئی ایسی یادگار نہیں چھوڑی!! اور پھر جب اس کے ساتھ پروفیسر بابو ایشوری پرشاد صاحب کی تاریخ ہند اور قرون وسطیٰ کو ملا کر پڑھا جائے۔ تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

" کہ مسلمانوں نے شاندار اور خوبصورت عمارات تعمیر کر کے ہندوستان کے فن تعمیرات میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے"

KHILAFAT LIBRARY

میرے نزدیک یہ بات بالکل صاف ہے۔ فن تعمیر کے متعلق مسلم تہذیب نے جو ہندوستان کی تہذیب پر اثر ڈالا۔ اس نے بقول بابو ایشری پرشاد صاحب ہندوستان کے فن تعمیر میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ مشرقی طرز کی خوبصورت عمارتیں یا مندر وغیرہ جو ہندوستان میں نظر آتے ہیں یہ سب مسلم تہذیب کے رہین منت ہیں۔ اگر ہندوستان میں اسلام کا مبارک قدم نہ آتا تو آج بھی ہندوستان ان مشرقی طرز کی خوبصورت اور دلفریب عمارتوں سے ایسا ہی خالی ہوتا جیسا کہ آج سے چند صد سال پیشتر تھا

کپڑا بننا اور سینا

فن تعمیر کی طرح یہ بات بھی مسلّم ہے۔ کہ ویدک زمانہ کے لوگ کپڑے کے بننے اور سینے سے قطعی ناواقف تھے۔ خاصی مدت تک بھوج پتر اور مرگ چھالا وغیرہ سے کام لیا گیا۔ چنانچہ اس وقت تک بھی بعض ہندو فقرا مرگ چھالا کا استعمال کرتے ہیں۔ اور ویدک منتر اور تاریخ بھی بہت حد تک ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ وی سویلزیشن اینشنٹ آف انڈیا (قدیم ہندوستان کی تہذیب) کے فاضل مصنف جناب پنڈت رومیش چندر دت صاحب سی۔ آئی۔ ای اپنی اس مشہور کتاب کے تیسرے باب میں ارقام فرماتے ہیں:۔

ایک عجیب فقرہ میں (۶×۹-۲) کوئی خاص رشی مذہبی رسوم کی اس امر کی بنا پر ناواقفیت کے سبب بایں الفاظ اظہار تاسف کرتا ہے۔ کہ میں نہ تانا تننا جانتا ہوں اور نہ بانا بننے سے آگاہ ہوں۔ ایک دوسری جگہ (۱۰×۲۶×۶) پارچہ بافی سفید پوش دیوتا کی طرف منسوب ہوئی ہے"۔ اس سے دو نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بڑے بڑے رشی اور منی بھی اس امر کے لئے کف افسوس ملتے ہیں کہ کاش ہمیں بھی تانے اور بانے کا ہنر یاد ہوتا دوم کپڑے کا پہننا ان کے ہاں ایسا خواب و خیال سمجھا جاتا تھا۔ کہ ان کے نزدیک کپڑے پہننا صرف دیوتاؤں کے لئے ہی تھا۔ جن کا وجود بادی النظر میں ایک وہم سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا تھا۔ گو یہ مذکورۃ الصدر اقتباسات بھی بہت حد تک اپنے موضوع پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔ مگر رائے بہادر چنتامنی ونائیک ویدایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی مہابھارت میمانسا (ہندی ترجمہ) میں جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں۔ وہ ہمارے اس دعوے اور مضمون کے دوٹک فیصلہ کرنے کے لئے ایک بہترین جج کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ اس وقت کے زمانہ پر روشنی ڈالتے ہیں جبکہ آریہ ورت کے باشندوں کو کپڑا بننے کی صنعت تو کسی حد تک آ چلی تھی۔ مگر سینے کے ہنر سے قطعی نابلد تھے . . . . . . اور ہندوستان میں مسلمانوں کا ورود ہی اس سینے کے ہنر کو اپنے ساتھ لایا۔ جیسا کہ رائے بہادر موصوف ایسا عالم فاضل مصنف اپنی مشہور کتاب مہابھارت میمانسا میں اس کے متعلق بدیں الفاظ تحریر فرماتا ہے۔

"مہابھارت کے زمانہ میں ہندوستانی آریہ مردوں کی پوشاک بالکل سادی تھی۔ دو دھوتیاں ہی ان کی پوشاک تھیں۔ ایک دھوتی کمر کے نیچے پہنی جاتی اور دوسری بدن پر جا ہے جس طرح ڈالی جاتی تھی۔ ہندوستان میں آریوں کی یہ پرانی پوشاک اب تک بعض علاقوں میں اور قدیم خیال کے ہندوؤں میں موجود ہے . . . . . . یہ دھوتیاں اور کپڑا بننا بہت سہل تھا۔ اس لئے ان کا رواج ہو گیا ہوگا۔ کیا امیر اور کیا غریب سب کے لئے یہی راستہ تھا۔ اور دھوتی پہننے کا یہ طریق بھی ایک سا ہی تھا۔ فرق صرف اتنا ہی ہوگا کہ بڑے آدمیوں کی دھوتیاں مہین سوت کی ہوں گی اور غریبوں کی دھوتیاں معمولی موٹی جھوٹی ہوتی ہونگی پاجامہ پہننے کا رواج قدیم زمانہ میں نہ تھا۔ . . . . . . یہ ضروری نہیں کہ کمر سے اوپر کا بدن کپڑے سے ڈھکا ہی رہتا ہو کئی حصوں میں تو وہ کھلا ہی رہتا تھا . . . . . . بدن کو ڈھکنے والے اوپر کے کپڑے کا ذکر بہت ہی کم جگہوں پر ہے۔ مگر پھر بھی یہ ثابت ہے کہ مردوں کے پاس اوپر کا کپڑا ہوتا تھا۔ معمولی کام کاج میں اوپر کے کپڑے سے کچھ دقت نہ ہو سکے اس لئے طالب علموں کے واسطے یہ قاعدہ تھا۔ کہ وہ داہنا ہاتھ دوپٹے سے نکال کر بائیں کندھے کے اوپر گانٹھ لگا لیتے تھے . . . . . . مذکورہ بالا دو کپڑوں کے سوا ہندوستان میں آریوں کی پوشاک اور کپڑے نہ تھے۔ پاجامہ اور انگرکھا اس وقت تھے ہی نہیں ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کتر بیونت کر کے طرح طرح کے کپڑے سینے کا فن اس زمانہ میں نہ تھا۔ اس وقت درزی کا پیشہ معلوم نہیں تھا یہی ماننا پڑتا ہے۔ یہ پیشہ مغربی روزگار ہے۔ اور اس کا اس طرف سے آنیکا قیاس کرنا پڑتا ہے۔ ممکن ہے سکندر کے ساتھی یونانی ہی اس فن کو لائے ہوں۔ یا شاید اس سے پیشتر بادشاہ دارا کے زمانہ میں ایرانی لوگوں نے دریائے سندھ کے مغرب کی طرف سے جو حصہ فتح کیا تھا۔ موقت ان کے وہاں رہنے سے ہندوستانیوں نے یہ فن سیکھا ہو۔ کیونکہ مہابھارت میں درزیوں کا کام کسی کاریگر کے متعلق نہیں آیا۔ سنسکرت میں درزی کے لئے تن وائے (तुन्नवाय) لفظ ہے۔ مگر مہابھارت میں یہ لفظ ہی نہیں آیا۔ سنارہ لوہار کمہار۔ اور موچی وغیرہ کا نام تو مہابھارت میں ہے۔ مگر "تن وائے" کا نہیں ہے۔ . . . . . . یہ سچ ہے کہ بھارتی کی لڑائی میں سلے سلائے کپڑے بنڈی اور انگرکھے وغیرہ نہ تھے۔ اور یہی حالت مہابھارت کے وقت تھی"۔ (صفحہ ۲۶۳-۲۶۴)

عورتوں کا لباس

پھر لکھتے ہیں۔ کہ "زمانہ قدیم میں جب سینے کا ہنر نہ تھا۔ تو کیسی حالت میں ظاہر ہی ہے۔ کہ آج کل جس طرح عورتیں لہنگے وغیرہ پہنتی ہیں۔ اس طرح اس زمانہ میں نہ تھے۔ مردوں کی طرح نگران کے کپڑوں سے بلکہ عورتوں کے دو کپڑے ہوتے تھے۔ پہننے کے کپڑے کو پہن کر کندھے پر اوڑھ لینے کا دستور ہوگا آج کل دکھنی اور بنگالی وغیرہ اسی عورتیں جس طرح ساڑھی پہنتی ہیں۔ اس ڈھنگ سے قدیم زمانہ میں آریہ عورتیں ساڑھی پہنتی ہوں گی۔ اس کے علاوہ کمر سے اوپر کے حصہ کا دوسرا کپڑا تھا۔ اس کو سر سے اوڑھ لینے کا دستور تھا۔ صوبہ متحدہ میں اب تک عورتیں اس طرح کرتی ہیں۔ مگر یہ طریق دکھن میں نہیں۔ اوپر والا کپڑا عورتیں اس وقت پہنتی تھیں جب باہر کہیں جانا ہوتا تھا۔

دہرت راشٹر کے محل سے جوئے کی مجلس میں دروپدی کے پکڑ بلانے کا جو بیان آتا ہے اس سے بھی قیاس ہوتا ہے۔ (کیونکہ دروپدی) بار بار کہتی ہے۔ ایک وسترا (ایک کپڑے سے) ہوں مجھے محفل میں مت لیچلو"۔

تب یہ امر ثابت شدہ نظر آتا ہے۔ کہ باہر جاتے وقت ہی کمر سے اوپر سے اوڑھنے والا کپڑا استعمال کیا جاتا تھا"۔

KHILAFAT LIBRARY

یہاں اب یہ سوال ہوگا۔ کہ آریہ عورتیں مہابھارت کے زمانہ میں چولی (انگیا) پہنتی تھیں یا نہیں۔ کیونکہ بغیر سوئے چولی بن ہی نہیں سکتی۔ ہمارا خیال ہے کہ مہابھارت کے وقت عورتوں میں چولی پہننے کا رواج نہ تھا۔ اور یہ دستور اس وقت صرف مدراسی عورتوں میں رہ گیا ہے"۔ (صفحہ ۲۶۴ - ۲۶۵)

"مذکورہ بالا بیانات سے ثابت ہے کہ مہابھارت کے وقت ہندوستانی آریہ لوگ پوشاک کے معاملہ میں بالکل سادہ تھے۔ اور ان کی موجودہ نسل جس طرح گھر کے اندر اور دیہات میں کپڑے پہنے ہوئے آج کل نظر آتے ہیں۔ وہی حال پہلے زمانہ میں تھا۔

آج کل ہندوستان میں اعلیٰ طبقہ کے لوگ جو پوشاک پہنتے ہیں۔ وہ بیرون ہند کی ہے۔ یہ یونانی فارسی مسلمان اور انگریز لوگوں سے لی گئی ہے خاص کر مسلمانوں کی نقل ہے"۔ (صفحہ ۲۷۳)

ساتویں صدی میں چینی سیاح ہوئے تسانگ ہندوستان میں آیا تھا۔ . . . اس نے پوشاک کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ

"یہاں کے لوگوں کے گھر میں پہنے جانے اور باہر پہنے جانے والے کپڑوں میں سلائی کا کام ذرا بھی نہیں ہے"۔ (" صفحہ ۲۷۳)

اب اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ اس وقت ہندوستان میں جو ہندو صاحبان جن اچھے اچھے کپڑوں سے ملبوس نظر آتے ہیں۔ یہ بقول رومیش چندر اور چنتامنی صاحب بہت حد تک اسلام سے لئے گئے ہیں۔ اب مقابلہ کرو ایک دہوتی وغیرہ کا آج کل کے پاجامہ اور پگڑی اور کوٹ وقمیص وغیرہ موجودہ لباس سے قدیمی لباس کی وہی نسبت ہے جو جوراک کے لئے پہنے ہوئے دانتوں کو موہن بھوگ سے ہو سکتی ہے۔ اگر مسلمان اپنے مبارک قدموں سے اس ہندوستان کو شرف بخشتے۔ تو یقیناً آج ہندوستان لطیف اور نفیس زنانہ اور مردانہ پوشاکوں سے بہت حد تک تہیدست ہوتا۔ یہ اسلام کے تمدن کا ہی اثر ہے کہ آج ہمیں ہندوستان کے باشندے نفیس اور لطیف لباس سے ملبوس نظر آتے ہیں۔ اس شق میں مسلمانوں نے ہندوؤں کے تمدن پر جو بہترین اثر ڈالا اس کے لئے اہل ہند جس قدر بھی مسلمانوں کا شکریہ ادا کریں کم ہے۔ کیونکہ یہ امر واقعہ ہے۔ کہ لباس ہی انسان کو مہذب بناتا ہے کسی کی گفتگو تو بعد میں اثر ڈالتی ہے۔ سب سے اول اس کی پوشاک ہی لوگوں کی نظروں میں اثر کرنے کا موجب ہوتی ہے۔

جوتا پہننا

جہاں تک تاریخیں اور پرانی تصاویر ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔ جوتے کے معاملہ میں ہم بڑے بڑے پراچین ہندو راجاؤں کو اور دیگر بزرگوں کو بے نیاز پاتے ہیں۔ آج کل بھی تاریخوں یا ہندو صاحبان کی کتابوں یا رسالوں وغیرہ میں شری رامچندر جی مہاراج یا شری کرشن جی مہاراج وغیرہ کی جو تصاویر نظر پڑتی ہیں۔ اس میں جوتی کی احتیاج کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ جس سے یہ صاف نتیجہ نکلتا ہی کہ پراچین قدیمی زمانہ میں جوتی کا رواج بہت کم تھا یا تھا ہی نہیں اگر تھا تو اسے مہذب طبقہ میں کوئی چنداں وقعت حاصل نہ تھی۔ یہ کہنا ذرا مشکل ہے۔ کہ اس وقت آریہ اس فن سے ناواقف تھے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ چمڑے وغیرہ کا پرہیز ان کو اس صنعت کے اختیار کرنے سے مانع رہا ہو یا چمڑے کا جوتا پہننے سے انہیں گریز ہوتا ہو۔ مگر سوال صرف اس قدر ہے۔ کہ اگر چمڑا یا چمڑے کا جوتا آج سے کچھ ہزار سال قبل ہمارے ہنود دوستوں کی نظروں میں ناپاک تھا۔ تو آج اس کی حلت کے لئے کون سے نئے اسباب پیدا ہو گئے ہیں۔ اور دوم اگر کسی وقت چمڑے کا جوتا ناپاک سمجھا گیا تھا۔ تو منج وغیرہ سے جوتے تیار کئے جا سکتے تھے۔ اور دوم چمڑے کے جوتے کے ناپاک ہونے میں بھی کچھ شبہ ہی ہے۔ کیونکہ قدیم اور حال کے زمانہ میں بھی کئی سادہو مہاتما مرگ چھالا (ہرن کے چمڑا) پر بیٹھکر خدا کی عبادت بجالانا معیوب نہیں سمجھتے۔ تو جو چمڑا بیٹھنے کے لئے جائز ہو سکتا ہے۔ تو پھر جوتا بنانے کے لئے وہ کیوں کام نہیں آ سکتا۔ لہذا ان تمام باتوں پر غور کر کے یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ اس وقت کے لوگ جوتہ بنانے کی صنعت سے ناواقف تھے۔ اور یہ صنعت بھی مثل دوسری صنعتوں کے اسلام ہی اپنے ساتھ ہندوستان میں لایا۔ چنانچہ اب بھی جس حصہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی کم ہے۔ مثلاً مدراس وغیرہ وہاں جوتے کا رواج بھی بہت کم ہے۔ ان مذکورۃ الصدر وجوہات کو مدنظر رکھکر یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ کہ اسلام جہاں اور بہت سی عمدہ عمدہ خوبیاں اپنے ساتھ لایا۔ جس نے ہند کی مذہبی مجلسی اور تمدنی حالت کی کایا پلٹ دی۔ وہاں وہ بقاء انسانی کی اس ضروری صنعت کو بھی اپنے ساتھ ہی لایا۔ جس سے اب مسلمان اور ہندو یکساں مستفیض ہو رہے ہیں۔

بردہ فروشی

بردہ گری اور بردہ فروشی کی برائیاں آج کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ اسلام کے ظہور کے قبل نہ صرف دیگر ممالک ہی اس بد رسم میں مبتلا تھے۔ بلکہ یہ ہندوستان بھی اس میں شامل تھا۔ بلکہ اگر سچ پوچھو تو اس شق میں ہندوستان کا درجہ بردہ فروشی کے حامی ممالک سے بھی بہت بڑھ چڑھ کر تھا۔ کیونکہ ہندوستان نہ صرف بردہ فروش ہی تھا بلکہ بردہ گر بھی۔ کیونکہ شودروں کے لئے جو ہر طرح کی ترقی کے وسائل بند کئے گئے تھے۔ اور انہیں نسلاً بعد نسل باوجود انسان ہو کر حیوان بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ بدتر زندگی میں رہنے کے لئے مجبور کیا گیا تھا۔ اس سے بڑھ کر بردہ گری اور کیا ہو سکتی ہے۔ مگر اس بردہ گری کے ساتھ بردہ فروشی کی رسم بھی کم نہ تھی چنانچہ بھائی پرمانند صاحب اپنی کتاب تاریخ پنجاب کے صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں

ایرین (ایک سیاح کا نام) کہتا ہے کہ ٹیکسلا میں بڑی بڑی . . . . . فروخت کے لئے پیش کی جاتی

تھیں۔ اور سب سے زیادہ قیمت دینے والے کو دی جاتی تھیں۔

KHILAFAT LIBRARY

اب صاف ظاہر ہے۔ کہ اس بردہ گری اور بردہ فروشی کے برخلاف سب سے اول اسلام نے ہی زبردست آواز بلند کی۔ اور اس وقت بھی جہاں اسلام کی روشنی کم پہنچی ہے۔ (مثلاً نیپال) وغیرہ میں اس کا رواج ہے۔ جس کے متعلق حال ہی میں مہاراجہ صاحب نیپال نے اس بد رسم کو بند کرنے کے لئے کوشش فرمائی ہے۔ لہٰذا اس بردہ گری اور بردہ فروشی کے استیصال کے لئے جو کارہائے نمایاں بنی نوع انسان کی بھلائی کے واسطے اسلام نے کیئے اس سے یہ ہندوستان بھی مستفیض ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ شودروں (بردہ گری) کی لعنت سے پاک کرنے کے لئے اس وقت جو ہندوؤں کے مختلف فرقوں میں جد وجہد ہو رہی ہے۔ یہ سب اسلامی تہذیب کا ہی اثر ہے۔ گویا اسلام اس بات کا بجا فخر کر سکتا ہے۔ کہ یہ دنیا میں پہلا مذہب ہے۔ جس نے انسانوں کو حیوانی زندگی سے نکال کر انسانی صف میں لا کر کھڑا کیا۔ اگر اسلام کا قدم مبارک ہندوستان میں نہ آتا۔ تو آج بھی کہلانے والے شودروں کی وہی درد ونشا ہوتی جو کہ آج سے چودہ سو سال پہلے تھی۔ لہٰذا اس کے لئے کہلانے والے شودر اسلام کا جس قدر بھی دھنیا اور شکریہ ادا کریں کم ہے۔

زبان

مسلمانوں کے ہندوستان میں وارد ہونے سے قبل ہندوستان کے ہر ایک صوبہ کی مختلف زبان تھی پشاور والے کے لئے لاہور اور لاہور والے لئے دہلی اور دہلی والے کے لئے الہ آباد اور الہ آباد والا کے لئے کلکتہ والے وغیرہ کی زبان سمجھنی بہت مشکل تھی پشاور والا کہتا ہے "چہ راتا زئی" "جہلمی" "کتھے وسنجدا ایں" لاہوری کہتے "چلیاں ایں"۔ دہلی والا کہتا ہے۔ "کہاں جاتے ہیں" بنگال والا کہتا ہے۔ "کوتھائے جائیتے ٹیں" مگر اب اردو زبان مسلمانوں کے طفیل ہندوستان کو ایسی ہمہ گیر زبان ملی ہے۔ کہ پشاور سے رنگون اور کشمیر سے لیکر راس کماری تک غرضیکہ تمام ہندوستان میں یکساں سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق جناب پروفیسر بابو ایشری پرشاد صاحب اپنی تالیف تاریخ ہند اور قرون وسطیٰ" میں فرماتے ہیں۔

کہ مسلمانوں نے ملک کے اندر ایک نئی زبان رائج کی جو اپنے اندر ایک حیرت انگیز ادبی ذخیرہ رکھتی ہے"۔

گو اس وقت مسلمانوں سے ضد کی وجہ سے ہندوؤں نے ہندی پر بہت زور دیا ہے۔ مگر جو حیرت انگیز قبولیت کا مادہ اردو حروف اور اردو زبان اپنے اندر رکھتی ہے۔ وہ ہندی میں کہاں۔ مثلاً اگر ذالک فضل اللہ کو ہندی میں لکھیں تو ہوگا۔ جالیک پھلا۔ اب ذرا ہندی زبان کی سلاست اور عام فہمی بھی ملاحظہ ہو۔

سوامی دیانند صاحب کا یجروید بھاشا کا ہندی ترجمہ ۱۹/۱۹ منتر

پدارتھہ جو بھی پرکار اگن و دیا کے گرہن کرنے نتھا جو اگن سے بھن انیہ پدارتھوں و دیاؤں کو جاننے ہارے وگیانی پنڈت لوگ کا وگیان اپرکاش کے بیچ اپنے پدارتھوں کو دھارن کرنے روپ کریا سے انند کو پراپت ہوتے ہیں۔ ان پتروں کے لئے سویں پرکاش مان پرماتما اس پرانوں کو پراپت ہونے والے شریر کو کامنا کے انوکول سمرتھ کرو"۔

دوستو! کیا آپ کی سمجھ میں کوئی لفظ آیا یہ زبان ہمارے ہندو دوست ہندوستان میں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ جسے اور تو اور خود ہندوؤں کا بیشتر حصہ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ اب ذرا اس کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو۔

جو اچھی طرح آگ کے علم سے واقف ہیں۔ اور اس کے علاوہ اور علوم جاننے والے عالم بزرگ علوم وغیرہ کے ظاہر کرنے میں عمدہ چیزوں کو حاصل کر کے لطف (حظ) کو پانے والے بزرگ ہیں۔ اے روشن خدا ہمارے ایسے بزرگوں کے جسم کو بہت دیر تک قایم رکھ ہم ایسی ہی خواہش کرتے ہیں۔

اب دیکھو یہ اردو زبان کیسی سلیس اور عام فہم ہیں۔ جسے مسلمان اور ہندو یکساں آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

اگر مسلمان ہندوستان میں نہ آتے تو آج تک اس ہمہ گیر ادبی زبان سے یہ ہندوستان کا وسیع بے نصیب رہتا۔ لہٰذا اس پہلو میں مسلمانوں نے ہندوستان پر ایک بے نظیر احسان کیا ہے۔

رواداری اور ویدک دہرم

اول تو جو چار درلوں کی تعلیم ویدک دہرم نے دی ہے۔ اسی سے ویدک دہرم کی رواداری ظاہر ہے۔ مگر منوجی نے اس رواداری کو اور بھی زیادہ روشن کر دیا ہے۔ چنانچہ منو ۲/۲۲ میں جس کا سوامی دیانند صاحب نے بھی ستیارتھ پرکاش آٹھویں سمولاس صفحہ ۲۹۷ میں حوالہ دے کر اپنے مسلمات میں لیا ہے۔ وہ ہدیہ ناظرین ہے۔

"آریہ ورت سے باہر چاروں طرف جو ہمالہ کے مشرق اور جنوب مشرق۔ اور جنوب جنوب مغرب۔ مغرب شمال مغرب۔ شمال۔ اور شمال مشرق کے ممالک میں جو لوگ رہتے ہیں۔ انہیں کا نام اسرا اور یہ ملیچھ دلش ہیں"۔

گویا اب جاپان اور چین۔ عراق عرب اور یورپ امریکہ کے رہنے والے بقول سوامی دیانند صاحب یہ سب اسرا اور ملیچھ ہیں۔

علاوہ ازیں ستیارتھ پرکاش کے ۱۳ و ۱۴ باب میں جو کچھ عیسائیوں اور یہودیوں اور مسلمانوں کے بزرگوں کے متعلق کہا گیا ہے۔ وہ بھی آریہ سماج کی اس پرانی رواداری پر دلالت کرتا ہے۔ مگر یہ اسلام کے تمدن کا اثر ہے کہ اب آریہ سماج کو بھی کچھ سمجھ آنے لگی ہے۔ کہ ہمیں اس ویدک عدم رواداری کو ترک کر کے دنیا میں حقیقی رواداری سے گذارہ کرنا چاہیئے۔

چنانچہ ۳ نومبر ۱۹۲۶ء کا آریہ اخبار پرکاش میں یہ لکھا ہے۔ کہ

قانون قدرت کی اس عالمگیر صداقت کی تکمیل کے لئے مہاتما گوتم بدھ حضرت عیسیٰؑ۔ حضرت محمدؐ شری شنکر اچاریہ گورو نانک ظہور پذیر ہوئے اور اپنے اپنے زمانہ کی ضرورت کے مطابق مذہب کی اصلاح کا کام انجام دیا"۔

یہ مسلمانوں کی ہی تعلیم کا نتیجہ قران پاک کی ہی

رواداری کے طفیل ہے۔ جس کی یہ تعلیم ہے کہ

"ہم نے کوئی ایسی بستی نہیں چھوڑی جس میں کوئی نذیر نہیں بھیجا"

KHILAFAT LIBRARY

اگر ویدک دہرم اس کو تسلیم کرتا۔ تو پھر منوجی کو یہ کہنا نہ پڑتا کہ۔ ہندوستان کے علاوہ جو ملک ہیں وہ ملیچھہ دیش کہلاتے ہیں! اور نہ ہی سوامی دیانند صاحب کو ستیارتھ پرکاش میں مختلف مذاہب کے ہادیوں کے برخلاف لکھہ کر امن عامہ کے خرمن کو ماچس دکھانی پڑتی۔ یہ اسلام کا ہی عقیدہ ہے۔ جو یہ کہتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰؑ بھی برحق اور حضرت عیسےٰؑ بھی برحق شری کرشن جی بھی بزرگ اور شری رامچندر بھی واجب الاحترام۔ سو آج اسی سبق کو خوشی سے یا کراہت سے آریہ سماج بھی دہرانے کے لئے مجبور ہوا ہے۔ کیا یہ اسلام کی۔ بہترین رواداری تہذیب اور تمدن کی فتح نہیں ہے۔ اگر آریہ سماج اس اصول پر قایم رہے۔ تو اس کے ساتھہ ہماری کوئی پرخاش اور کدورت نہیں وہ ہمارے بھائی ہیں اور ہم ہر وقت انہیں گلے لگانے کے لئے تیار ہیں

مختلف مذاہب کے ہادیوں کی شان کو برقرار رکھکر اور ان کی عظمت کو از سر نو دنیا میں قایم کرکے اسلام نے دنیا کو ..... بہترین رواداری کا سبق دیا تہذیب ہمیشہ اس پر فخر و ناز کرے گی۔

یہ بنی نوع پر اسلام کا کس قدر احسان ہے۔ کہ ہندو داس لیلا میں جو کرشن جی مہاراج کی شخصیت کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اور رامائن کے اتر کانڈ جو رامچندر جی مہاراج کا ہندوؤں نے نمونہ پیش کیا ہے وہ اس بات کی منہ بولتی تصویر ہے کہ:۔

بامن انچہ کرد آن آشنا کرد

ہزار لاکھہ درود و سلام ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر۔ جنہوں نے از سر نو ان بزرگوں کی عزت و احترام کو قایم کیا۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ کل دنیا اور بنی نوع انسان پر اسلام نے اس قدر عظیم الشان احسان کیا ہے۔ کہ تہذیب اور تمدن رہتی دنیا تک اس پر فخر و انبساط کرے گی۔

صداقت اسلام پر سوامی دیانند کی شہادت

سوامی دیانند کے الفاظ میں ہند میں آغاز اسلام تک مندرجہ ذیل برائیاں پہیلی تہیں۔ جو سب قریباً ویدوں کی طرف منسوب ہوتی تہیں۔ (دیکھو ستیارتھ پرکاش سمولاس ۱۱)

نفاق۔ تکبر۔ غرور۔ جہالت۔ سستی بے ہمتی حسد اور بغض۔ نفس پرستی۔ غفلت۔ بد اوصافی۔ بدشغلی۔ برہمنوں کا بے علم ہونا۔ اور کشتری۔ ویشیہ۔ شودروں کا جاہل رہنا۔ وید شاستروں کے بامعنی پڑہنے کے سلسلے کا ترک ہونا۔ برہمنوں میں مکر و فریب اور ادہرم بڑہنا۔ برہمنوں کا روزی کی خاطر معبود بننا۔ اور سورگ اور مکتی کا واحد ٹھیکیدار بننا۔ برہمنوں کا زمین کا داتا بننا۔ اور ان کے الفاظ کو پرمیشور کے الفاظ سمجھنا۔ رشی اور منیوں کی کتابوں میں تحریف کرکے جھوٹی جھوٹی باتیں ان میں ملانا۔ براہمنوں کا سزا سے بری ہونا۔ برہمنوں کی اجازت بغیر سونا اٹھنا۔ بیٹھنا۔ کھانا۔ پینا۔ خلاف منشا ایشور رہونا۔ آپس میں لڑنا جھگڑنا۔ برہمنوں کا اپنی اور اپنے پاؤں کی پوجا کرانا۔ لوگوں کا شراب پینا۔ زنا کاری کو مذہبی رو سے جائز سمجھنا۔ ننگے مرد اور ننگی عورت کی پرستش۔ اور ان کو دیوی دیوتا خیال کرنا۔ سب سے بڑے بدچلن کا ان کے نزدیک سب سے اچھا ہونا انسانوں اور حیوانوں کو ہوم کرنا۔ عورتوں کو گھوڑوں کے ساتھ ... کروانا۔ بعد ازاں جاپ اور اصلاح یا فتنہ اٹھا۔ جو شو مہاراج کی پوجا کرتا تہا۔ جس سے جل ہاری اور لنگ کی پوجا شروع ہوئی۔ اور رودراکہش کی مالا اور خاک لگانا شروع کیا۔ ہمارے زمانہ کے ویدک مصلح سوامی دیانند صاحب بہی عرصہ تک شومت کے پیرو رہ چکے ہیں۔

ساکنان ہند اور ویدوں کے ماننے والوں میں مندرجہ بالا خرابیاں دیکھکر جو مصلح یعنی بدھ پیدا ہوا۔ وہ منکر خدا تھا۔ ویدوں کی مذمت کرنے والا اور تمام ویدک رسموں کو دور کرنیوالا تھا۔ اس کے پیرووں نے بت پرستی کو زور و شور کے ساتھہ رواج دیا۔ گویا مصلح فرقے نے مندرجہ بالا خرابیوں کے ساتھہ چند اور خرابیوں کو ملا دیا۔ یعنی انکار خدا اور بت پرستی کو رواج دیا۔

اس کے بعد وید کے حامیوں میں ایک اور مصلح ہوا۔ یعنی شنکراچاریہ اس نے ہمہ اوست کے عقیدہ کا رواج دیا اور قدامت مادہ و روح کو جڑ سے کاٹ دیا۔ ذرہ ذرہ دنیا کا اس کے نزدیک ایشور تہا۔ گویا اس مصلح کے وقت ہی ویدک دہرم تہا۔ کہ دنیا کی ہر چیز کو ایشور سمجھا جاوے۔

حسب تحریر سوامی دیانند صاحب جس زمانہ میں اسلام کا آغاز ملک عرب میں ہوا۔ گویا اسلام کے نزول کے وقت ہند میں وام مارگی۔ بدھ۔ جینی۔ ہمہ اوستی شیوئی وغیرہ مندرجہ بالا خرابیاں موجود تہیں۔ ان خرابیوں کی موجودگی پر آریہ ورت کو ایک ایسی تعلیم کی ضرورت تہی۔ جو ان کو خالص توحید کا سبق دے کر ان خرابیوں کو دور کرے۔

سوامی دیانند صاحب کے خیالات کو چھوڑ کر اب اس کے ایک چیلے کی کتھا اس بارہ میں سنیئے۔ لالہ کانشی رام وکیل چیفکورٹ پنجاب پردہان آریہ سماج ملتان اپنی کتاب "ایشور درشن" کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں:۔

ویدک زمانہ کے بعد جب دہرم میں تنزل آگیا تو لوگ ویدک یگیہ یعنی سچی قربانی و خود انکاری کو بہول گئے۔ بجائے اس کے حیوانی قربانیاں رائج ہوگئیں یگیہ میں پشو بدھ یعنی ہلاکت جانوروں کو جائز قرار کر دیا گیا پہلے ذاتوں کی امتیاز اوصاف و اعمال سے ہوتی تہی اب جنم سے ذاتوں کی تمیز ہونے لگی۔ برہمنوں نے اپنے لئے بلحاظ جنم خاص خاص حقوق قایم کرلئے۔ راستبازی کی بجائے بیرونی رسومات دہرم کہلانے لگیں ایسی حالت میں ایک ایسے مہاتما کی ضرورت تہی۔ جو راستبازی اور زندگی کی پاکیزگی کا سبق سکہلاوے۔ اس مطلب کو پورا کرنے کے لئے مہاتما بدھ پیدا ہوا۔ انہوں نے حیوانی قربانیوں کی تردید کی۔ ہمدردی کی تعلیم دی فرضی ذات پات کی تمیز کو اڑا دیا۔ کرم کے مسئلہ کو پھر فروغ دیا۔ راستبازی کی تعلیم دی۔ بیرونی رسومات کی تردید کی۔ غرضیکہ مہاتما نے اصلی ویدک دہرم کے اخلاقی پہلو کو از سر نو زندہ کیا

مہاتما بدھ کی خاص اور غیر معمولی قابلیت ضرور

KHILAFAT LIBRARY

ایسی تھی۔ کہ اس نے پرماتما سرچشمہ فرائض و دھرم کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اور اس لئے اس کی تلاش کی پرواہ نہ کی۔ اس نے صرف دھرم یعنی بجا آوری فرائض و راستبازی کو انسان کی زندگی کا مقصد اعلیٰ سمجھا لیکن ہر شخص بدھ نہیں ہو سکتا۔ کمزور انسان پرماتما کی امداد کے بغیر دھرم کے مارگ پر چل نہیں سکتا۔ دھرم سرچشمہ دھرم (پرماتما) سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ بدھ نے سچے دھرم کو بحال کیا۔ الا دھرم پر چلنے کے لئے اس نے محض انسانی طاقت انسانی کوشش کو کافی سمجھا۔ یہی عقیدہ دھرم کی بیخ کنی کا موجب ہوا۔ کیونکہ اسی خیال نے کہ مکتی پانے کے لئے پرماتما کی امداد و فضل کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگوں کو ناستک بنا دیا۔ رفتہ رفتہ بدھ دھرم کے مذہبی پیشوا عیش پسند ہو گئے جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بدھ دھرم میں زوال آ گیا۔ بدھ نے ویدوں کے عملی دھرم کو از سر نو فروغ دیا تھا۔ بدھ کے پیرووں میں ناستک پن پھیل گیا بت پرستی اور بدعتوں نے اپنا تسلط جما لیا۔ راستبازی کا نام و نشان نہ رہا۔ انہی زمانہ میں جین مت نے فروغ پانا شروع کیا۔ یہ مت بھی پرماتما کے وجود سے منکر تھا۔ ویدوں کی سرزمین میں ایسے ناستک متوں کا سرسبز رہنا ناممکن تھا۔ لہٰذا ایسے زمانہ میں ایک ایسے مہاتما کی ضرورت تھی۔ جو انسانوں کے دلوں پر پرماتما کا راج از سر نو قایم کرے۔ اس مطلب کو پورا کرنے کے لئے سوامی شنکر اچاریہ جی، پیدا ہوئے جنہوں نے دنیا میں پرماتما کے سوئے ہوئے خیال کو بیدار کیا۔ لا خدا متوں کو پامال کیا۔

اگرچہ بدھ اور جین مت کی کمک میں آریہ ورت کے بھاری راجہ مہاراجہ موجود تھے۔ تاہم اکیلے بال برہمچاری سوامی شنکر اچاریہ نے ویدوں کا آسرا ضرور لیا۔ الا منتر بھاگ کو چھوڑ کر آپ نے اپنشدوں کو بھی وید سمجھ لیا۔ ناستک متوں کے مقابلہ میں اس نے ایشور واد کا پرچار کیا۔ ایشور کے پریم میں یہاں تک محو ہو گیا۔ کہ برہما اور جیو کی ایکتا کا وعظ کرنا شروع کیا۔ صداقت کی حد تک سے تجاوز کر گیا۔ ایشور کے وجود سے انکار کرنا یا ہمہ اوست کا مسئلہ ماننا۔ دونوں غایت حدیں ہیں۔ شنکر اچاریہ نے ناستکوں کو فتح کرنے کے لئے ایشور واد کو ہمہ اوست تک پہنچا دیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ گو بدھ دھرم دیش سے نکل گیا۔ آستکتا کا بول بالا ہو گیا۔ مگر عرصہ بعد پھر تنزل شروع ہو گیا۔ پورانک مت نے زور پکڑا۔ ویدوں کے ادویت مت برہم کو چھوڑ کر بیشمار دیوی دیوتاؤں کی پوجا شروع ہونے لگی۔ لوگ پورانک توہمات میں پھنس گئے۔ اس تنزل کی حالت میں **اسلام** نے آریہ ورت پر حملہ کیا۔ اسلام کی وحدانیت کے سامنے آریہ ورت کی بت پرستی نے سر جھکا دیا۔ بت پرستی اور شرک خدا پرستی کی تاب نہ لا سکے۔ آخر پورانک دھرم اور پورانک راج کو **اسلام** نے مغلوب کر لیا۔"

گورو اور چیلے کے اختلافات باہمی کو علیحدہ رکھکر ایک صداقت کا پیاسا اسلام کی ضرورت کو آریہ ورت کے لئے ضروری اور لابدی سمجھے گا۔ کیونکہ آریہ ورت کے چار پانچہزار کے مصلحان وقت کی کوششیں اس ملک کی اخلاقی اور روحانی بیماریوں کو دور کرنے میں سخت ناکام ثابت ہو چکی تھیں۔ اب انسانی جد و جہد کے مقابلہ پر ایک ایسے مصلح کی ضرورت تھی جو شنکر آچاریہ اور بدھ کی افراط و تفریط سے مبرا ہو اور جس کی تعلیم الٰہی سرچشمہ سے ہو۔ جو کہ اس وقت سخت گدلا ہو رہا تھا۔ نہ انسانی کوشش کا نتیجہ ہو۔ کہ یا تو الہام الٰہی سے بدھ کی طرح منکر ہو۔ اور نہ شنکر آچاریہ کی طرح انسانی اور الٰہی کلام میں تمیز ہی نہ کر سکے۔ اور یہ کام سوائے الہام ربانی کے اور کوئی انسان نہیں کر سکتا تھا۔ سو خدا نے دنیا پر اپنا فضل کیا۔ اور ملک عرب میں ایک نہایت پاک انسان کو دنیا کی ہدایت کے لئے اتارا۔ جس نے مدت مدید کے شرک و الحاد اور معاشرتی و تمدنی گند کو دور کر کے دنیا میں توحید کا نام روشن اور لوگوں کو تہذیب و اخلاق کی دولت سے مالا مال کیا۔ صرف ہندوستان پر ہی کیا موقوف ہے اُس وقت تمام دنیا سخت اندھیرے میں تھی۔ بحر و بر پر سخت گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ چونکہ دیگر ممالک کا سوال ہمارے مضمون کا موضوع نہیں ہے۔ اس لئے ہم اسے ترک کرتے ہیں۔ اگر ایزد کو منظور رہا۔ تو اس کے لئے ایک الگ کتاب لکھی جائے گی۔

اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ قبل از اسلام آریہ ورت کے مصلح یا تو وید سے ہی منکر ہو گئے۔ جیسے بدھ یا ویدوں کی جگہ اپنشدوں کو وید سمجھکر ان کی تعلیم کا پرچار کرتے رہے۔ جیسے شنکر آچاریہ پھر ہم اپنے دوستوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ ویدوں کی توحید نے پانچہزار سال قبل اسلام کون سا کرشمہ اپنے منجانب اللہ ہونے کا دکھایا۔ کہ سنسکرت کے عالم و فاضل بال برہمچاری وِدوان بھی ویدوں کے وجود سے ہی ناواقف رہے۔ اور گائے کی بجائے بکری کو گائے سمجھتے رہے۔ ہم نے آرین تعلیم کی رو سے اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔ کہ بدھ و دوان نے ویدوں کی تعلیم قربانیاں اور گھوڑے کے ساتھ . . . . . کا ہمصحبت ہونا وغیرہ فضول رسومات سمجھیں۔ شنکر اچاریہ نے اس سے دوسرا پہلو اختیار کر لیا۔ اور ہر چیز کو خدا بنا بیٹھا۔ افسوس کہ پانچہزار سال کے عرصہ میں کسی بزرگ عالم وید نے ویدکی وحدانیت کا پردہ نہ کھولا۔ اب اسلام کی روز روشن تعلیم کو دیکھکر اگر کوئی ویدک مصلح ویدوں سے وحدانیت کا دعوے کرے۔ تو وہ ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا اس کے قابل قبول نہ ہونے پر ایک زبردست دلیل اور بھی ہے۔ کہ جب تک ایسے مدعی کو مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ نہیں پڑا۔ اور باوجود علمیت وید کے خود بھی ہمہ اوستی اور شومت کا رہا۔ اور اپنی عمر کے ۴۲ سال ایسے ایسے فرقوں کی تائید اور ترویج میں بسر کئے پھر ایسے شخص کی تعلیم وحدانیت دوسروں پر کسطرح حجت ہو سکتی ہے۔ جس نے اپنی عمر کا معتد بہ حصہ شرک میں گذارا ہو

فاعتبروا یا اولی الابصار

خاتمہ مضمون پر لالہ لاجپت رائے صاحب کی یہ رائے ضرور توجہ سے سنی جائے گی کہ

اور ہندو دھرم کی بوسیدہ دیوار اسلام

سے زبردست وحدانیت کے گولے کے سامنے نہ ٹھہر سکیگی"۔
(اخبار وکیل امرتسر یکم دسمبر بحوالہ پرتاب)

اب میں اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔ کہ جہاں ہمارے ہندو بھائیوں نے اسلامی وحدانیت اور تہذیب وتمدن سے مستفیض ہونے کی کوشش کی ہے۔ خداوند تعالیٰ ان کے دلوں کو بھی اسلام کے لئے فراخ کردے۔ تاکہ یہ تمام سدود کو عبور کر کے حقیقی معنوں میں اسلام کے نور سے منور ہو کر دین و دنیا کے حسنات کے وارث بن سکیں۔ آمین

یارب العالمین۔

KHILAFAT LIBRARY

سوامی شردھانند جی کا قتل

جس جگر سوز اور دل دوز طریق سے سوامی شردھانند جی کو ہلاک کیا گیا ہے۔ اس غیر اسلامی حرکت پر یقیناً ہر مسلمان کو نفرت کا اظہار کرنا چاہیئے۔

سوامی جی نے اس پیرانہ سالی میں فکر ہر کس بقدر ہمت اوست کے مطابق مردہ ہندو قوم میں اپنی سرگرمیوں اور ان تھک کوشش سے جو نئی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ خواہ اس کا انجام کچھ ہی ہو۔ نہ صرف آریہ سماج کی اتہاس میں بلکہ ہندوستان کی تاریخ میں مہاتما گاندھی جی کے ساتھ ساتھ ہمیشہ یادگار رہے گی۔ سوامی جی نے جس انقلاب آفریں تخم بونے میں عظیم الشان کامیابی حاصل کی ہے۔ اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا"۔

مگر آریہ سماج اس قتل کے انفرادی فعل کو جس مذموم طریق کے ساتھ بحیثیت مجموعی مسلمانوں اور اسلام پر چسپاں کر رہا ہے۔ وہ سخت معیوب امر ہے۔ حالانکہ قریباً سب مسلم لیڈروں نے قاتل کے اس ناروا فعل پر علی الاعلان اظہار نفرت کیا ہے لیکن اس سے دوسرے روز ہی انہیں جوشیلے آریوں نے ایک رہ گذر بوڑھے محبوب علی کو جان سے مار دیا۔ مگر برخلاف اس کے آج تک کسی ہندو لیڈر یا اخبار نے ان جوشیلے آریوں کے برخلاف آواز نہیں اٹھائی اس سے ہر دو اقوام کی رواداری اور صلح جوئی کا بخوبی موازنہ کیا جاسکتا ہے۔ ہم آریہ صاحبان کو پھر یہ ہمدردانہ مشورہ دیتے ہیں۔ کہ وہ ایک شخص کے برے فعل کے لئے تمام قوم یا مذہب کو بدنام نہ کریں۔ کیونکہ اس سے ہر دو اقوام میں نفرت کی خلیج اور بھی وسیع ہو جائے گی۔ خدا کرے آریہ لوگ ذرا ٹھنڈے دل سے ہماری اس نیک نصیحت پر کان دھر سکیں۔

تبلیغی توپخانہ

آریہ مذہب کی حقیقت

آج پھر اشدھی کی باسی کڑی میں ابال آیا ہے۔ اشدھی کی دقیانوسی توڑے دار بندوقوں کے منہ بند کرنے کے لئے آپ آج آریہ مذہب کی حقیقت سے بڑھ کر اور کوئی بہترین تبلیغی حربہ نہیں پائیں گے۔ اس کتاب میں آریہ مذہب کے ہر ایک اصول پر وہ برقی روشنی ڈالی گئی ہے کہ جو صرف دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر یا سنکر کوئی شخص آریہ مذہب کی طرف خیال بھی نہیں کر سکتا اس حالت میں ہر ایک مسلمان کے ہاتھ میں اس تبلیغی حربہ کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ زمیندار اور مسلم آوٹ لک نے اس کتاب کے متعلق یہ رائے دی ہے۔ کہ آریہ مذہب کے متعلق جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے یہ سب پر فوقیت رکھتی ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عه)

ہندو دھرم کی حقیقت

ساتنیوں میں تبلیغ کے لئے آج تک مسلمانوں کی طرف سے بہت ہی کم تبلیغی لٹریچر مہیا کیا گیا ہے حالانکہ اس قوم میں تبلیغ کی بہت ضرورت ہے۔ اور جامع کتاب نے بلاشبہ ایک بڑی بھاری تبلیغی ضرورت کو پورا کیا ہے کوئی ہندو ایسا نہیں جو اس کتاب کو پڑھے۔ اور اس کا دل اسلام کی قدوسیت کی شہادت نہ دے۔ جناب مولوی محمد ظفر صاحب ایم۔ اے پلیڈر گکانوہ لکھتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر آج تک ہندوؤں میں تبلیغ کے لئے میری نظر سے اور کوئی جامع کتاب نہیں گذری۔ قیمت صرف عه

کیمیکل گولڈن گلوبند

اہل ہنر نے جہاں اور بہت سی عجیب وغریب چیزیں ایجاد کی ہیں وہاں یہ شریف عورتوں کے گلے کا خاص زیور یعنی کیمیکل گولڈن گلوبند بھی اسقدر نفیس بنایا ہے کہ جسقدر تعریف کی جائے کم ہے۔ یہ گلوبند ایک نئی فیشن کا بنایا گیا ہے اسمیں ایک سنہری پٹی پر نہایت عمدہ نقش ونگار ہیں۔ نیچے چھوٹے چھوٹے گھنگرو لگائے گئے ہیں۔ گوری گوری نازک گردن میں اسقدر خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ کہ دیکھنے والوں کے دل بےچین ہو جاتے ہیں۔ اس کو کاریگر نے اسقدر ہلکا بنایا ہے۔ کہ اسکا ہر وقت گلے میں پہنے رہنا نازک سی نازک عورتوں کو ذرا دوبھر نہیں معلوم دیتا۔ چاندنی میں وہ بہار دکھاتا ہے کہ گردن پر نور برستا ہے۔ روشنی میں چمک دمک کی اسقدر تیز کرنیں پیدا ہوتی ہیں۔ کہ نظر نہیں ٹھہر سکتی۔ یہ کوئی ملمع کا نہیں ہے کہ جو کچھ دن کے بعد رنگ اتر جائے۔ بلکہ اسکی چمک دمک رنگ روپ ہمیشہ قایم رہتا ہے۔ ذرا چمک دمک میں فرق معلوم دیا۔ صابن سے صاف کرلو۔ پھر تازہ بتازہ نیا بہ نیا دیکھ لو۔ سب کی نظر اس پر پڑے تو کوئی بات نہیں شوقین لوگوں کے سامنے تین روپیہ کی کچھ اصل حقیقت نہیں قیمت فی گلوبند معہ محصولڈاک صرف تین روپیہ آٹھ آنہ چار عدد کے خریدار کو ایک عدد مفت۔ فرمائش کے وقت پورے گلے کا ناپ لیکر ضرور روانہ کریں۔

پتہ ایس۔ اے اصغر اینڈ کو مٹیا محل دہلی

کیا آپ کا گھر ان کتابوں سے خالی ہے

ماں بچے کی نگہداشت بچوں کی بیوقت موت پر ماں باپ کو سر پکڑ کر رونے کی بجائے اس غم کا علاج کرنا چاہیئے۔ زچاؤں کی صحت سے بےپروائی اور بچوں کی پرورش سے غفلت برتنے نے خانہ داروں کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے لیکن یہ سچا رہبر ثابت ہوگا بہت مقبول ہوا ہے۔ سال بھر میں دوسرا ایڈیشن قریب الختم ہے قیمت ۱۲ محصولڈاک علاوہ ٹکٹوں کے بھیجنے میں کفایت رہیگی۔

رفیق زمیندار۔ بلکہ ہر شخص کا بہترین رہبر ہے۔ ہر گھر میں مویشی پلتے ہیں۔ سبزی کی کیاریاں بچے لگاتے ہیں۔ روپیہ ہر شخص کو جوڑنے کا شوق ہوتا ہے۔ بیماریوں سے بچنا ہر ایک کے لئے ضروری ہے معلومات کے خزانہ دیکھکر ہر شخص خوش ہوتا ہے پس یہ کتاب ان باتوں کا بےمثل گنجینہ ہے۔ بہت پسند کی جارہی ہے قیمت صرف عه محصولڈاک علاوہ۔ یہ ہر دو کتب مولوی محمد ظفر صاحب ایم۔ اے کی تصنیف ہیں۔

پتہ مولوی محمد قمر مہتمم سلسلہ سرمایہ اطفال گکانوہ

موتی سرمہ نے توکمال کر دیا

KHILAFAT LIBRARY

الحمدللہ کہ آج ہمارا ساختہ موتی سرمہ ضعف بصر، ککرے۔ خارش چشم جلن۔ پھولا۔ جالا پانی بہنا۔ دھند۔ غبار۔ پڑبال۔ ناخونہ۔ گوہانجنی۔ رتوندہ ابتدائی موتیابند غرضیکہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر مانا گیا ہے۔ چنانچہ منشی غلام نبی صاحب ایم۔ ای۔ ایس لاہور چھاؤنی سے لکھتے ہیں۔ کہ میری بچی کی آنکھیں بیمار تھیں۔ ککروں کی شکایت تھی حسن اتفاق سے ڈاکٹر عبدالعزیز خان صاحب لشیری سے آپ کا سرمہ برائے استعمال ملا۔ تیسرے روز ہی بچی کے آنکھوں میں نمایاں فرق دکھائی دیا۔ اور اب اللہ کے فضل سے اس کو بالکل آرام ہے۔ پھر آپ کا سرمہ میں نے اپنی والدہ صاحبہ کو بھی استعمال کرایا۔ جن کی آنکھیں عرصہ ایک سال سے خراب تھیں۔ ہم نے ان کا علاج ڈاکٹر سوہن سنگھ صاحب امرتسر۔ ڈاکٹر بہاری لال صاحب لاہور اور مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلوی اور زبدۃ الحکماء جناب حکیم شمس الدین صاحب لاہور سے کرایا۔ مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ اب آپ کا سرمہ استعمال کرنے پر عرصہ چار یوم میں نمایاں صحت ہوگئی ہے۔ بطور شکریہ کے یہ چند سطور آپکی خدمت میں ارسال ہیں قبول فرمادیں۔" قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنہ محصولڈاک علاوہ

اکسیر البدن رجسٹرڈ آپکو کیا فائدہ دیگی

موسم سرما کے عوارض نزلہ و زکام کھانسی وغیرہ سے آپ کی حفاظت کرے گی۔ (۲) پٹھوں کو مضبوط بنائے گی۔ (۳) دل و دماغ کو تقویت دے گی۔ (۴) گندے خون کو صاف اور عمدہ خون کو پیدا کرے گی۔ (۵) جسم کو چست بنائے گی۔ (۶) دل میں نئی امنگ (۷) اعضا میں نئی ترنگ (۸) اور دماغ میں نئی جولانی پیدا کرے گی۔ (۹) معدہ کو تقویت دے گی۔ (۱۰) اگر آپ جوان ہیں تو آپ کی جوانی کی حفاظت کرے گی۔ (۱۱) اگر آپ بوڑھے ہیں تو بڑھاپے کے عوارض سے آپ کو بچائے گی۔ (۱۲) اگر آپ کمزور ہیں تو آپ کو زور آور بنائے گی۔ (۱۳) اگر آپ زور آور ہیں تو پھر آپ کو شہ زور کرے گی۔ غرضیکہ اکسیر البدن کے استعمال کے بعد آپ خوب محنت کر کے روپیہ کما سکیں گے جس سے آپ اور آپ کے بال بچے خوشی سے زندگی بسر کرینگے۔ اور عمدہ صحت پاکر آپ خدا کی عبادت بھی خوب کر سکینگے۔ جس سے آپ خدا کی خوشنودی حاصل کر کے دین و دنیا میں کامیاب ہوں گے۔ لہذا اگر آپکو اپنی صحت کا کچھ بھی خیال ہے۔ جس کے بغیر بلا شبہ انسان زندہ درگور ہے۔ تو پھر آپ کو آج سے ہی اکسیر البدن کا استعمال شروع کر دینا چاہیئے (ایک ماہ کی خوراک کی قیمت صرف پانچ روپے محصولڈاک علاوہ)

پتہ: مینجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

اللہ شافی
خدا کی قدرت

دکن کی بینظیر دوا میا کاپڑسوگڈہ جو اعصاب دل و دماغ و اعضائے رئیسہ کو طاقتور بنانے کے لئے اپنی نظیر آپ ہے مشک و عنبر جواہرات اسکے سامنے ہیچ ہیں

ہم اس کے متعلق کچھ مزید خامہ فرسائی کرنا نہیں چاہتے۔ تاکہ کہیں پبلک مبالغہ نہ سمجھ بلکہ صرف قدیم و قابل حکماء مصنفین کی تحریر اور ان کے ذاتی تجارب ان کی کتب سے نقل کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ تاکہ خواہشمند اس بے نظیر اور قدرتی دوا کے استعمال سے اپنی کھوئی ہوئی جسمانی قوت کو از سر نو حاصل کر کے کم خرچ بالا نشین کا مصداق بنیں اور اطبا بھی اس نایاب دوا کو حاصل کر کے اپنے کمزور مریضوں کو فائدہ پہنچائیں۔ چونکہ یہ نعمت ہر ایک کو میسر نہیں آسکتی۔ اس لئے ضرور تمند اصحاب اس بے نظیر موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ کیونکہ بار بار ایسی نایاب دوا نہیں ملا کرتی۔

افعال و خواص میا کاپڑسوگڈہ

منقول از یادگار رضائی صفحہ ۱۱ سطر ۴ مصنفہ مولوی حکیم رضا علی خانصاحب حیدر آبادی وخواص الادویہ جلد دوم مصنفہ علامہ مولانا نجم الغنی خان صاحب رامپوری لکھتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص نے میرے سامنے بیان کیا کہ چیچوارٹ (ایک قوم کا نام) اسکو دودہ میں اُبال کر کھاتے ہیں۔ ان کی جسمانی صحت بہت مضبوط ہوتی ہے جس کی وجہ سے میاں بیوی اس راحت اور خوشی سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ کہ دیکھنے والوں کو رشک آتا ہے۔ ایک صاحب نے دوستی کی وجہ سے مجھکو یہ دوا تحفۃً دی تھی۔ میں نے جب کھائی تو طاقت پیدا کرنے میں مسیحائی اثر پایا"!

اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے گائے کے دودہ میں اُبالا جاتا ہے۔ تاکہ دودہ اسمیں جذب ہو جائے پھر سکھا کر پیسکر کپڑ چھانکر کے غبار کی طرح بنا کر آدہے تولہ کی مقدار میں آدہا تولہ شکر سفید کے ساتھ نہار منہ غذا سے پیشتر کہلائیں یا کھائیں۔ اعصابی دماغی بدنی طاقت پیدا کرنے میں اپنی نظیر آپ پاؤگے۔ اس کے سامنے دیگر قیمتی طاقت و سنہری دوائیں آپ محض ہیچ سمجھینگے مقوی مشتہی اور ہاضم ہونیکے علاوہ دافع قبض بھی ہے۔ بغرض افادہ عام اس کی قیمت بہت کم رکھی ہے۔ عوام سے فی سیر آٹھ روپے اور اطبا سے فی سیر چھ روپے محصولڈاک بذمہ خریدار۔ آدھ سیر سے کم آرڈر کی تعمیل نہیں ہوگی۔ قیمت بذریعہ منی آرڈر آنی چاہیئے

المشتہر مینجر شفاخانہ سعادت منزل متصل شاہ علی بنڈہ چوک اسیاں حیدر آباد دکن

KHILAFAT LIBRARY

جناب کوی ونود ویدیہ بھوشن پنڈت ٹھاکر دت جی شرما ویدیہ موجد امرت دھارا کی تیار کردہ

چار عجیب چیزیں

بلپوروی جسٹرڈ

تمام سخت امراض کا الٰہی علاج۔ ان گولیوں کے استعمال سے آتشک سوزاک بواسیر۔ خنازیر۔ درد کمر۔ سستی۔ ضعف جریان سرعت۔ کمی ہضم سانپ۔ بچھو وغیرہ کا ڈنگ۔ باؤلے کتے کا زہر۔ درد سر۔ آدھا سیسی۔ لقوہ۔ فالج۔ مرگی۔ اختناق الرحم۔ مالیخولیا۔ سیلان رطوبت زنان۔ پرانا بخار (خاصکر جو کھنہ) دمہ۔ کھانسی۔ داد خارش چمبل وغیرہ کو فائدہ ہوتا ہے +

قیمت ۲۴ گولیاں ایک روپیہ +

باغ پھول تیل جسٹرڈ

بالوں کے تیل جو آج کل تیار ہو رہے ہیں سمجھدار استعمال کرنے والے جانتے ہیں کہ ان میں سے اکثر صرف انگریزی سفید تیل (صاف کردہ مٹی کا تیل) میں صرف رنگ و خوشبو دیکر بنائے جاتے ہیں ان میں خوشبو تو بیشک دل خوشکن ہو اور ظاہری شکل و شباہت بھی لبھادنی ہو مگر عمدہ تیل کا ایک بھی فائدہ ان میں موجود نہیں ہوتا۔ ایک لفظ میں سوائے خوشبو کے ان میں کچھ بھی نہیں ہوتا ہے اور خوشبو بھی بعض حالتوں میں ایسی ہوتی ہے کہ اس سے بجائے فائدے کے نقصان پہنچتا ہے جیسا کہ جبتی دماغ کو مفید ہے مگر بالوں کو سفید کرتی ہے ہمارے پاس کئی خطوط آتے رہتے ہیں کہ بعض تیلوں کے ملنے سے بال جلدی سفید ہو رہے ہیں ایسی تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر پنڈت صاحب نے باغ پھول تیل ایجاد کیا ہے جو کہ بالوں کیلئے بہت مفید ہے انکو نرم و ملائم کرتا سیاہی کو قائم رکھتا اور بڑھاتا ہے جڑھوں کو مضبوط کرتا ہے اسکے علاوہ خشکی دماغ کو نافع ہے دماغ کو معطر رکھتا ہے نزلہ زکام وغیرہ کی زیادتی کو روکتا ہے خوشبو اس کی بھینی بھینی دل خوشکن اور دیرپا ہے قصہ کوتاہ اسکے اندر وہ اوصاف موجود ہیں جو کہ ایک مفید اور اعلےٰ تیل کے ہونے چاہئیں آپ آزما کر ضرور محظوظ ہونگے اور محنت کی داد دینگے +

قیمت فی شیشی ایک روپیہ

امرت دھارا صابن جسٹرڈ

جلدی امراض کے واسطے خالص امرت دھارا کی جگہ ہمنے امرت دھارا داخل کر کے صابن تیار کروایا ہے جسکے استعمال سے نہ صرف جلدی امراض داد۔ چنبل۔ پھوڑا پھنسی خارش پتی وغیرہ دور ہوتی ہیں بلکہ چہرے پر ملنے سے چہرے کے کیل چھائیوں کو دور کرتا ہے چہرے کو نرم و ملائم و خوبصورت بناتا ہے اور بچوں کو مل کر نہلانے سے ان کو جلدی امراض نہیں ہوتی ہیں نیز ڈسِ انفکٹنٹ (جرم کش) ہے مریضوں کو دیکھنے کے بعد اس سے ہاتھ دھونے سے جرمز فوراً ہلاک ہو جاتے ہیں اور بیماری کا خطرہ نہیں رہتا کوئی دوائیہ صابن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جتنی امرت دھارا اس میں ڈالی جاتی ہے اس کے مقابلے میں قیمت ہم نے بہت کم رکھی ہے!

قیمت (فی بکس تین ٹکیہ) چودہ آنے ۱۴؍ فی ٹکیہ پانچ آنہ ۵؍

امرت دھارا لوزنجز جسٹرڈ

جس طرح سے ولایت سے پیپرمنٹ کی ٹکیہ آتی ہیں ویسی ہی ٹکیہ امرت دھارا داخل کر کے ہمنے تیار کروائی ہیں جن کو منہ میں رکھ کر چوسنے سے امرت دھارا کا فائدہ ہوتا ہے نیز دانت مضبوط ہوتے ہیں دانتوں میں کیڑا نہیں لگتا منہ کی بدبو دور ہوتی ہے بلغم کھرکھری کھانسی وغیرہ نہیں ہوتی۔ بچے انکو کھا کر امراض سے محفوظ رہتے ہیں +

قیمت سو ٹکیہ چار آنے ۴؍

المشتہر مینیجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بھون امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا ڈاکخانہ لاہور } خط و کتابت و تار کیلئے پتہ امرت دھارا ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

از دفتر اخبار نور قادیان ضلع گورداسپور

برادر مکرم السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہٗ

"ہندو تہذیب اور تمدن پر اسلام کا اثر" کے عنوان سے آپ اسی اخبار میں قریباً ۹۴ کالم کا ایک مبسوط آرٹیکل پائیں گے۔ یہ خاکسار ایڈیٹر نور کا وہ لیکچر ہے۔ جو ۲۶ دسمبر کو سالانہ جلسہ کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اور بوجہ تنگیٔ وقت مختصراً بیان ہو سکا تھا۔ اس اخبار میں بھی باوجود حجم ۲۰ صفحات کا کر دینے کے پھر بھی بعض مقامات پر قلت جگہ کی وجہ سے اختصار سے کام لینا پڑا ہے۔ زیادہ تفصیل کتابی صورت میں ہی آسکے گی۔ اس لیکچر کے ملاحظہ کے بعد ہر ایک بھی خواہ ملت اس امر سے اتفاق کئے بغیر نہیں رہ سکیگا۔ کہ اس لیکچر کا موضوع نیا رنگ ڈھنگ طرز ادا اور معلومات بھی اچھوتی ہیں۔ اور اس لیکچر نے جس ہماری تبلیغی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے بعض احسان فراموشوں کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ اسلام نے ہندوستان یا ہندوؤں پر کون سا احسان لیا۔ اس مضمون کے پڑھنے سے ہر ایک شخص اس امر کا بہترین اندازہ لگا سکیگا۔ کہ یقیناً اسلام نے ساکنان ہند کی تمدنی اور روحانی ۔مجلسی حالت کی کایا پلٹ دی۔ اسلام سے قبل اور بعد کے ہندوستان میں وہی نسبت ہے جو ایک بے آب و گیاہ بیابان کو ایک لہلہاتے سبزہ زار سے ہوتی ہے۔ بلاشبہ اسلام ہر رنگ اور ہر شق میں اہل ہند کے لئے ابر رحمت ثابت ہوا۔ اس مضمون کے پڑھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ اول تو منصف مزاج ہندو اسلام کے بہت قریب ہو سکتے ہیں۔ ورنہ کم از کم ان کا تعصب اسلام سے دور ہو کر ان میں تبلیغ کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ اس سے آپ یہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ کس وسیع پیمانہ پر ہندو صاحبان میں اس لیکچر کی اشاعت کی ضرورت ہے۔ آج جو اسلام کے برخلاف ہند و فضا میں غلط فہمیوں اور بہتانوں کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ یہ لیکچر ٹھیک اس جلتی بلتی آگ کو بجھانے کے لئے انشاء اللہ موسلا دھار بارش سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ ہندوؤں میں اس کی ہزاروں کی تعداد میں اشاعت کی جائے۔ دوستوں کی طرف سے اگر حوصلہ افزائی ہوئی تو میں اسے بفضل خدا کتابی صورت میں لانے کے لئے تیار ہوں۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک حسب ذیل ہوگی۔

ایک سو کاپی	۱۲/۵
پچاس کاپی	۳/۸
پچیس کاپی	۱/۱۴
دس کاپی	۱۲/

سو کاپی خریدنے والے کو ۹ پائی فی کاپی پڑے گی۔ جو قریباً اصل لاگت ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا رعایت ہو سکتی ہے۔ ضروری ہے کہ سب دوست اس مفید تبلیغی لیکچر کی خریداری کی طرف خاص توجہ دیں۔ تاکہ یہ ہزاروں کی تعداد میں شایع ہو سکے۔ جتنی بھی اس کی زیادہ اشاعت ہوگی۔ اتنا ہی اسلام کی تبلیغ کے لئے راستہ صاف ہوگا اس مضمون کے مطالعہ سے ہی آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اس کی اشاعت کی کس قدر ضرورت ہے۔ اس غرض کے لئے اس چٹھی کے ساتھ ایک پوسٹ کارڈ بھی رکھا گیا ہے۔ دوستوں کا فرض ہے۔ کہ نہ صرف خود ہی عملی حصہ لیں۔ بلکہ اس چٹھی کو دوسرے دوستوں تک پہنچا کر انہیں بھی خریداری کے لئے آمادہ و تیار کر کے جلد سے جلد بوابسی ڈاک جواب باصواب سے مطلع فرما دیں۔ آپ دوستوں کا جواب مجھکو فروری کے اول ہفتہ تک ضرور پہنچ جانا چاہیئے۔ اگر سو دوست بھی ایک ایک سو کاپی خریدنے والے پیدا ہو جائیں۔ تو دس ہزار کاپی ہاتھوں ہاتھ شایع ہو سکتی ہے اور اس مدلل اور دلچسپ لیکچر کی دس ہزار کاپی بحیثیت مجموعی ہندو مذہب میں ایک تبلیغی تہلکہ برپا کر سکتی ہے۔ اور جو اس کے نیک نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنی نظیر آپ ہی ہوں گے۔ مکرر عرض ہے کہ آپ صاحبان کا جواب ضرور بالضرور فروری کے پہلے ہفتہ تک پہنچ جانا چاہیئے۔ تاکہ اخیر فروری تک یہ مفید لیکچر ٹریکٹ کی صورت میں دوستوں کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔

نوٹ

دوستوں کا یہ اخلاقی فرض ہے۔ کہ اس جوابی کارڈ کو صرف مذکورۃ الصدر غرض کے لئے ہی استعمال میں لائیں کسی دوسری غرض کے لئے اس کا استعمال کرنا قطعی خلاقی گناہ سمجھیں۔ آپکا جواب بالیقین کے لئے بھی آپ یہ بھی سمجھیں کہ مجھے فروری کے اول ہفتہ تک ضرور پہنچ جانا چاہیئے۔ اور جو دوست ممالک غیر میں رہتے ہیں۔ ان کا جواب گو فروری کے پہلے ہفتہ تک آنا مشکل ہے۔ مگر جس قدر ممکن ہو سکے۔ انہیں جواب باصواب سے جلد سے جلد مطلع فرما دینا چاہیئے نیز انجمن ہائے احمدیہ کے امیر و پریذیڈنٹ و سکرٹری صاحبان براہ کرم یہ چٹھی انجمنوں میں پڑھ کر سنا دیں۔ اور دوستوں کو اس مفید ٹریکٹ کی خریداری کے لئے آمادہ کریں۔ اور تبلیغی سکرٹری صاحبان خاص تعداد میں خرید فرما کر اس مفید لیکچر کو ہندوؤں میں مفت تقسیم کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اس ٹریکٹ کی جس قدر بھی اشاعت ہوگی۔ انشاء اللہ العزیز اسی قدر ہندوؤں میں تبلیغ کے لئے بہترین نتائج پیدا ہوں گے۔

آپ کے جواب باصواب کا منتظر

محمد یوسف ایڈیٹر اخبار نور قادیان ضلع گورداسپور
(پنجاب)

KHILAFAT LIBRARY

موتی سرمہ نے تو کمال ہی کر دیا

KHILAFAT LIBRARY

الحمد للہ آج ہمارا ساختہ "موتی سرمہ" رجسٹرڈ ضعف بصر، ککرے، خارش چشم، جلن، پھولا، جالا، پانی بہنا، دھند، غبار، پڑبال، ناخونہ، گوہانجنی، رتوند ابتدائی موتیا بند، غرضیکہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ثابت ہو رہا ہے چنانچہ جناب منشی غلام نبی صاحب ایم۔ ای۔ ایس لاہور چھاؤنی سے لکھتے ہیں کہ:۔

"میری بچی کی آنکھیں بیمار تھیں۔ ککروں کی شکایت تھی۔ حسن اتفاق سے ڈاکٹر عبد العزیز خان صاحب بشیری سے آپ کا سرمہ برائے استعمال ملا۔ تیسرے روز ہی بچی کی آنکھوں میں نمایاں فرق دکھائی دیا۔ اور اب اللہ کے فضل سے اسے بالکل آرام ہے پھر آپ کا سرمہ میں نے اپنی والدہ صاحبہ کو استعمال کرایا جنکی آنکھیں عرصہ ایک سال سے بہت خراب تھیں۔ ہم نے ان کا علاج ڈاکٹر سوہن سنگھ صاحب امرتسر ڈاکٹر بہاری لال صاحب لاہور مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب دہلوی اور زبدۃ الحکماء جناب حکیم شاہ دین صاحب لاہور سے بھی کرایا۔ مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ اب آپکا سرمہ استعمال کرانے سے عرصہ چار یوم میں نمایاں صحت ہو گئی ہے۔ بطور شکریہ کے یہ چند سطور آپ کی خدمت میں ارسال ہیں قبول فرماویں"

قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے (۲/۸) محصولڈاک علاوہ

پتہ منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور

اکسیر البدن نے تو حد ہی کر دی

آج جس طرح ہمارا ساختہ موتی سرمہ رجسٹرڈ جملہ امراض چشم کے لیے اکسیر ثابت ہو رہا ہے ٹھیک اسی طرح یہ اکسیر البدن رجسٹرڈ بھی نزلہ، زکام۔ کھانسی کے دور کرنے پٹھوں کو مضبوط بنانے گندے خون کو صاف اور عمدہ خون کو پیدا کرنے۔ جسم کو چست بنانے، دل میں نئی امنگ، اور اعضا میں نئی ترنگ، اور دماغ میں نئی جولانی پیدا کرنے، معدہ کو تقویت دینے، جوانی کو محفوظ رکھنے، بڑھاپے کے عوارض سے بچانے کیلئے تریاق ثابت ہو رہی ہے۔

مجاہد مصری کیا کہتے ہیں

چنانچہ جناب شیخ محمود احمد صاحب مجاہد مصری تحریر فرماتے ہیں کہ میں نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ جناب کو یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ عزیزم شیخ داؤد احمد صاحب کی صحت جو عرصہ سے خراب چلی آرہی تھی۔ اور ہم نے اپنی طرف سے انکے علاج و معالجہ میں کوئی کمی نہیں کی تھی۔ مگر ہمکو انکی صحت کے متعلق بہت پریشانی تھی آخر آپکی اکسیر البدن انکو شروع کرائی گئی۔ اسکے متعلق انکا خط مجھکو ملا جسمیں انہوں نے بدیں الفاظ اپنی صحت کی مجھکو اطلاع دی ہے۔ "مجھکو اکسیر البدن سے بہت فائدہ ہوا کھانسی اب رات کو مجھے بالکل نہیں ہوتی ویسے بھی میری صحت بہت ترقی کر رہی ہے۔ میں نے اب کالج کی پڑھائی بھی شروع کر دی ہے" مجھے آپکی اکسیر البدن کی اس سریع التاثیری کی بہت خوشی ہے۔ اور میں اسکو آپکے اس اخلاص کا نتیجہ خیال کرتا ہوں جسکی ماتحت آپ ادویات کو بہ کمال احتیاط تیار کراتے ہیں۔ میرے خیال میں آپ اس خط کو شایع کریں۔ تاکہ دوسرے کمزور صحت والے بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اللہ تعالے آپکو اس مفید ایجاد کیلئے جزائے خیر دے۔" ایک ماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپے محصولڈاک علاوہ

پتہ منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب